# مسائل و دلائل

مصنفہ

حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی النقوی
مجتہد العصر مدظلہ

# امامیہ مشن کے خدمات کا نمبر (۹۶)

# مسائل و دلائل

توہمات "آئینہ حقیقت" کو دا غدار بنانے کی کوشش جاری رکھتے ہوئے "متشابہات" "بینات" "بین آیات" اور "محکم آیات" سب ہی کا سہارا لیتے ہیں مگر تحقیق کی نگاہ تمام غلط توہمات کا قلع قمع کر دینے کے لیے کافی ہے۔

سرکار سعید العلماء دام ظلہ نے موجودہ رسالہ میں اُن تمام شبہات یا سوالات کا جواب دیا ہے جو اس سلسلہ میں پیش ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ اہل نظر اس رسالہ کا جو "عقل اور مذہب" کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے بغور مطالعہ فرمائیں گے والسلام

خادم ملت

سکریٹری امامیہ مشن نخاس لکھنؤ

ربیع الاول سنہ ۱۳۶۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم و للہ الحمد

"عقل اور مذہب" نے بہت سی حقیقتوں کو ایسا نمایاں کیا کہ سوال و اعتراض کے دہن میں قفل پڑ گیا اور مزید بحث کی گنجائش باقی نہ رہی ناچار اُن باتوں کو چھوڑ کر مزید نئے سوالات سامنے آئے۔

شکر ہے کہ قرآن کو "بنی امیہ کے دور کا ساختہ پرداختہ" بتانے والی زبانیں بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئیں کہ "آیتیں اپنی جگہ مستقل ہدایت اور آئینہ حقیقت ہیں" اور یہ کہ "یہ قرآن اگرچہ آنحضرتؐ کی وفات کے بیس برس بعد مرتب ہوا ہے مگر جب سے کہ موجودہ صورت میں آگیا کوئی تغیر ثابت نہیں ہے"

اس سے قصص و واقعات کے بنی امیہ کے ہاتھوں الحاقی ہونے کا دعویٰ بھی ختم ہو گیا اس لیے کہ بنی امیہ کا خودمختارانہ اقتدار آنحضرت کی وفات کے بیس برس بعد تک نہیں شروع ہوا تھا۔

رہ گئی حدیثوں کے اعتبار کی بحث وہ آپ کے سامنے ان "مسائل و دلائل" میں "قرآن اور حدیث" کی سرخی سے مشرح طور پر پیش کی جاتی ہے۔

"متشابہات" یا "بینات" یا "بین آیات" یا "محکم آیات" طرح طرح کے ناموں سے اُلٹ پلٹ کر کے جو کچھ بھی سوالات درپیش ہیں اُن سب کا جواب اس رسالہ کے ذریعہ حاضر ہے۔ طالبان حق کے لیے تسکین کا ذریعہ ہے۔ جان کر نہ ماننے والوں کی دوا علیمی کے پاس بھی نہیں ہے۔

## سوال (۱)

### (قرآن اور حدیث)

"حدیثیں اختلاف کی وجہ سے بے وقعت اور دور از حقیقت ہیں اور ہمیشہ سے بازیچۂ طفلاں ہیں۔ رسول کے افعال اور اقوال میں سب سے اول اور مقدم طریق نماز ہے اور حادثات میں سب سے عظیم تر رسول کی وفات ہے جبکہ حدیثیں ان اہم ترین فرائض و واجبات میں یکزبان نہیں ہیں تو ان کے قول کا اعتبار ہی کیا ہے۔ راویوں سے حدیثیں دین میں تفرقہ انداز ہیں۔ اسلام میں مختلف فرقے ان ہی حدیثوں کی کرامت ہیں"

### (جواب)

حدیثوں میں اتفاق بھی ہوتا ہے اور اختلاف بھی۔ اختلافی حدیثوں میں بھی اکثر کوئی ایک نقطہ مشترک ہوتا ہے۔ اگر انسان مختلف حدیثوں میں

محاکمہ کرنے اور ترجیح کے اصول پر عمل کرنے سے گریز بھی کرے تو اُن مشترک نقطوں کو تو ماننے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے جن پر تمام حدیثیں باوجود اپنے اختلافات کے ہم زبان ہوں۔

اسی سے "متواتر بالمعنی" اور "متواتر بالاجمال" کے حدود قائم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ دیکھیے کہ اتحادی اور محوری جنگ کے حالات ہمارے لیے تو روایات ہی کے ذریعہ سے پہونچتے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ ان روایات میں بڑا اختلاف بھی ہوتا ہے۔ پھر کیا آپ یہ کہئے گا کہ یہ روایتیں سب یکزبان نہیں ہیں تو اُن کے قول کا اعتبار ہی کیا اس لیے جنگ کا وجود ہی نہیں ثابت۔ ہمیں کیا معلوم کہ کوئی لڑائی ہو بھی رہی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کلکتہ پر جاپانی ہوائی جہازوں کی گولہ باری آپ کو روایات ہی کے ذریعہ سے پہونچی اور آپ نے تسلیم کی باوجودیکہ گولہ باری کی ان روایتوں میں جو ہم تک حشیمدید اور اخباری بیانات سے پہونچیں بڑا سخت اختلاف ہے شروع جنگ سے اب تک نہ معلوم کتنے واقعات ہیں جو آپ کے لیے ان ہی مختلف روایات ہی کے ذریعہ سے یقین کے درجہ پر بھی پہونچ گئے۔ پولینڈ پر جرمنی کا قبضہ۔ بلجیم کا خاتمہ۔ فرانس کی شکست۔ ناروے۔ ڈنمارک ہالینڈ یونان وغیرہ پر دشمن کا تسلط۔ روس کے بہت سے علاقوں پر جرمنی کا غلبہ افریقہ میں فتح وشکست کے الٹے پلٹے۔ رضا شاہ کی معزولی و نظربندی۔

عراق کی بغاوت اور رشید عالی کا انجام۔ یہ سب باتیں اس وقت ایسی ہی یقینی ہیں جیسے آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہوں۔ نہ روایتوں کا اختلاف اس یقین کو روک سکا نہ روایتوں کا بازیچۂ طفلاں ہونا سدراہ ہوسکا۔ گزشتہ واقعات میں کوئٹہ کا زلزلہ۔ جلیانوالہ باغ کا واقعہ۔ ۵۷ء کا غدر۔ دہلی کی سلطنت کا خاتمہ۔ بہادر شاہ کی معزولی اور نظر بندی۔ اکبر کی رواداری اور انتظام کی خوبی۔ عالمگیر کی آس پاس کے ملکوں پر فوجکشی وغیرہ وغیرہ۔ ہزاروں ہی ایسے واقعات ہیں جو مختلف روایات ہی کی بنا پر حد یقین تک پہونچے ہیں۔ روایتوں کے اختلافی ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ اصل واقعہ ہی غلط ہے بلکہ اصل واقعہ صحیح مانا جاتا ہے صرف اسکے تفصیلات میں شک وشبہہ رہتا ہے جب تک کہ کوئی قابل وثوق بیان سامنے نہ آجائے۔ سوال میں خود اس مثال کو پیش کیا گیا ہے کہ رسول کے افعال میں سب سے مقدم طریق نماز ہے اور حادثات میں سب سے عظیم تر وفات رسول ہے مگر احادیث اس بارے میں ہمزبان نہیں ہیں مگر اس ہمزبان نہ ہونے سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ نماز کوئی حقیقت ہی نہ رکھتی تھی اور وفات رسول ہوئی ہی نہیں پھر جبکہ نماز ایسے اہم حکم اور وفات رسول ایسے اہم واقعہ میں اختلاف کا پیدا ہونا اصل واقعہ کی صحت میں خلل انداز نہیں ہوا تو اگر کسی دوسرے حکم یا واقعہ کے تفصیلات میں اختلاف

ہو تو اس سے اصل واقعہ کی صحت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے بلکہ اگر تمام روایتیں باوجود اپنے طرح طرح کے اختلافات کے واقعہ کے ثبوت پر متفق ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اصل واقعہ تو ثابت ہے تفصیلی حالات ہمیں معلوم نہ سہی۔ وفات رسول کے متعلق اتنا ہر مسلمان یقین کرتا ہے کہ صفر کی ۲۸ سے ربیع الاول کی ۱۲ تک کی تاریخوں میں منحصر ہے، یہ نتیجہ ہے انہی مختلف روایتوں کا جو اس دائرہ کے اندر محدود و متفق ہیں —— نماز کے متعلق یہ یقین ہے کہ وہ پانچ وقت کی ہے — فلاں وقت اتنی رکعت اور فلاں وقت اتنی رکعت۔ قیام و قعود اور رکوع و سجود پر مشتمل ہے — یہ جتنی باتیں یقینی طور پر ثابت ہو گئیں کیونکر ثابت ہوئیں؟ اُن ہی مختلف روایتوں کے متفقہ بیانات سے —— پھر اسی طرح اگر کسی آیت کی شان نزول۔ کسی معجزہ کے وقوع۔ کسی عام حکم کی تخصیص یا کسی مطلق کی تقئید میں روایات کے اندر کسی حد تک تفصیل میں اختلاف ہو لیکن اجمال میں سب متفق ہوں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے کہ یہ شان نزول۔ یہ معجزہ۔ یہ تخصیص اور تقئید غلط ہے اور یہ کہ ہم کو بس صرف قرآن کی آیتوں پر عمل کرنا چاہیئے اور حدیثیں سراسر بے وقعت اور دور از حقیقت ہیں۔

غور کیجئے تو قرآن کریم خود ہم تک ان ہی انسانوں کے ذریعہ سے پہونچا ہے جن کے بیانات کو احادیث کے بارے میں سراسر بے وقعت اور

دور از حقیقت بتایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی نوعیت نزول، آیات کے موقع ورود اور ترتیب وغیرہ میں ویسے ہی بیانات کے اختلاف ہیں جیسے کہ احادیث میں عموماً بتلائے جاتے ہیں مگر ان اختلافات کے باوجود اصل قرآن کے سامنے سر تسلیم خم کیا جانا ضروری ہوا۔ پھر ایسے ہی کسی دوسرے واقعہ کے تفصیلات میں اگر بیانات کا اختلاف ہو تو اصل واقعہ کو نظر انداز کیسے کیا جا سکتا ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ اسلام میں مختلف فرقے ان ہی حدیثوں کی کرامت ہیں بلکہ اکثر اختلافات قرآنی آیتوں کے مختلف معانی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز میں پیروں کا دھونا یا مسح کرنا ارجلکم اور ارجلکم کی مختلف قراءتوں سے متعلق ہے ــــ حیات وموت مسیح کا مسئلہ ماقتلوہ وماصلبوہ کے ساتھ پھر فلما توفیتنی اور متوفیک کے الفاظ سے متعلق ہے۔ جبر و اختیار کا مسئلہ من یضلل اللہ فالہ من ھاد اور من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر وغیرہ آیتوں سے متعلق ہے۔ رویت وعدم رویت کا مسئلہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ اور لا تدرکہ الابصار سے متعلق ہے تجسیم وتنزیہ کا مسئلہ ید اہ مبسوطتان اور لیس کمثلہ شیء وغیرہ سے متعلق ہے عصمت انبیاء کا مسئلہ لاینال عہدی الظالمین کی موجودگی میں

عصیٰ آدم ربہ فغویٰ اور فتکونا من الظالمین وغیرہ سے متعلق ہے بدا کا
مسئلہ لا تبدیل لکلمات اللہ کے ساتھ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت سے۔ پردہ کا
مسئلہ لا یبدین زینتھن کے ساتھ الا ما ظہر منہا کے استثناء سے۔ نجاست و
طہارت اہل کتاب کا مسئلہ انما المشرکون نجس کے ساتھ طعام الذین اوتوا الکتاب
حل لکم سے ـــــ خوارج کے مذہب کی بنیاد ان الحکم الا للہ پر قائم
ہوئی غرض یہ ہے کہ اسلام میں تقریباً کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے خواہ وہ
اصول دین سے متعلق ہو یا فروع دین سے جس میں طرفین نے آیات قرآنی سے
صحیح یا غلط طور پر استدلال نہ کیا ہو پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مختلف فرقے
حدیثوں کی کرامت ہیں اور اس لیے حدیثوں کو نظر انداز کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ماخذ منقولی عقائد، احکام، اور تاریخی
واقعات سب شعبوں میں دو ہی ہیں قرآن اور حدیث۔ قرآن اجمال کا پتہ
دیتا ہے اور احادیث سے اس کی تفصیل ہوتی ہے اس لیے نہ قرآن ہی
کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے نہ احادیث کو۔ خود قرآن نے ما آتاکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا کے الفاظ میں اور اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم کے فرمان میں اپنے علاوہ ایک دوسرے
ماخذ کی طرف رجوع کا حکم دے دیا ہے اس لیے تنہا قرآن کو لے کر احادیث
رسول و ائمہ کا انکار خود قرآنی فرمان کا انکار ہے ـــ قرآن کے برخلاف

حدیثیں نہیں مانی جاتیں مگر جہاں قرآن نے اجمال سے کام لیا ہے وہاں احادیث سے تفصیل۔ جہاں ابہام رکھا ہے وہاں تعیین جہاں بظاہر عموم ہے۔ وہاں تخصیص اور جہاں اطلاق ہے وہاں تقیید احادیث سے ہوتی ہے۔ یہ قرآن کی مخالفت نہیں بلکہ اُسکی تفسیر ہے جس کے لیے احادیث کی ضرورت ناگزیر ہے۔

آیات قرآنی میں بیّن اور غیر بیّن کا بیان خود نہیں موجود ہے تم اگر بیّن اور غیر بیّن کی حدیں اپنی سمجھ سے مقرر کرتے ہو تو بہت ممکن ہے کہ جسے تم بیّن قرار دیتے ہو وہ دوسرے کے نزدیک غیر بیّن میں داخل ہو پھر اس سے استدلال تمھارے نزدیک وحی آسمانی ہو مگر دوسرے کے نزدیک وہ تمھاری سمجھ کی کارستانی ہوگی جس کے ماننے پر اُسے مجبور کیسے کیا جاسکتا ہے حقیقت میں دل کی بنائی ہوی تاویلیں ہیں جنھیں بیّن آیات کے سر منڈھا جاتا ہے جس کی حقیقت ان «مسائل و دلائل» سے صاف ظاہر ہو جائیگی پہلی مرتبہ جواب سوالات کے لب و لہجہ میں دیا گیا اب سوالات میں حملوں کی سجاوٹ غائب ہے اس لیے جواب بھی سادہ حاضر ہے حقیقت کے آئینہ سے حبابیاں دور ہوی ہوتیں تو اب نئے سوالات پیش کرنے کی ضرورت نہ پڑتی یہ خود عملی اقرار ہے کہ پہلے اعتراضات کا غبار صاف ہو گیا نئے داغ جو ڈالے جارہے ہیں وہ ان جوابات کے بعد کافور ہوں گے اور پھر حقیقت کا آئینہ بے داغ نظر آئیگا

# سوال (۲)

## (حقیقی مذہب اور ثابت حقیقتیں)

"حقیقی مذہب کون ہے اور ثابت حقیقتیں کیا ہیں؟"

## جواب

حقیقی مذہب اسلام ہے اور ثابت حقیقتیں اس کے وہ عقائد ہیں جو شیعی نقطۂ نظر سے مضبوط دلائل سے ثابت ہیں۔ انکی حقیقت میں جو شک ہو اس کے دور کرنے کا ہمارا ذمہ

# سوال (۳)

## (خدا اور قدرت)

"ہستی کو منظم کرنے والی قوت کا نام قدرت ہے۔ اسی کو خدا کہا جاتا ہے۔ یہ بغیر جسم کے ظاہر ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ لامکان بھی نہیں ہے اس کو ہر جگہ ہر شے میں ہر آنکھ دیکھ رہی ہے وہ ہر جسم میں (جان، روح، قوت بخشش، روشنی، حرارت، کیفیت کی طرح) فروکش ہے۔ فرق اتنا ہے کہ مذکورۂ بالا اشیا جسم کے منظم ہونے سے پیدا اور غیر منظم ہونے سے ناپید ہو جاتی ہیں" اور قدرت جسم منظم ہو یا غیر منظم کتنا ہی متغیر کیوں نہ ہو جائے، بہر صورت

جزو جزو میں موجود رہتی ہے اور جسم کے ذرہ ذرہ کو فنا ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔

قدرت کو نیکی، بدی، تکلیف و راحت، فراغت، فلاکت سے کچھ واسطہ نہیں۔ وہ بے نیاز، وہ شخصی فرمانروا کی طرح خود رو خود سر اور لاپرواہ ہے۔ اُس کے تمام فطری احکام قضا کی طرح اٹل ہیں "۔

خدا اور قدرت کو اگر اسی طرح مانا جائے تو کیا نقصان ہے ؟

## (جواب)

جن چیزوں کی ہستی کو منظم کرنے والی قوت کا نام قدرت ہے، اُن کی ہستی سے پہلے اس قوت کا وجود ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو پھر یہ چیزیں عالم ہستی میں آئیں ہی کس وجہ سے کیونکہ اُن کے پہلے ہستی کو منظم کرنے والی طاقت جس کا نام قدرت ہے اُس کا کوئی وجود نہ تھا اور اگر ان اشیاء کے پہلے اُس کا وجود ہے تو اُس کی ہستی ان تمام اشیاء سے بے نیاز، ان سے الگ اور ان سے مقدم ہوگی۔ وہ بغیر جسم کے ظاہر نہیں ہوسکتی یعنی اُس کے آثار کا ظہور بغیر جسم کے نہ ہوتا ہو مگر اُس کا ثبوت و وجود جسم پر موقوف ہرگز نہیں ہے اور جبکہ وہ تمام اشیاء کے پہلے ہے تو بالضرورۃ لامکان ہے کیونکہ مکانات اُس سے مؤخر ہیں۔ "خدا" کی لفظ کی

اگر کوئی من مانی اصطلاح نئی مقرر کرتا ہے تو یوں کہے کہ "اسی کو میں خدا کہتا ہوں" ——— لیکن یہ کہ "اسی کو خدا کہا جاتا ہے" غلط ہے۔ اہل مذہب جو "خدا" کی اصطلاح کے مقرر کرنے والے ہیں وہ ہرگز اُس قوت کو خدا نہیں کہتے جو ہر جسم میں جان، روح، قوت کشش وغیرہ کی طرح فروکش ہے۔ یہ صفات کہ وہ قوت جسم منظم ہو یا غیر منظم یا کتنا ہی متغیر کیوں نہ ہوجائے بہر صورت جز جز میں موجود رہتی ہے اور جسم کے ذرہ ذرہ کو فنا ہونے سے محفوظ رکھتی ہے وہی ہیں جو لامذہب مادیین ذرات مادہ کے لیے قوت جذب و دفع کی صورت میں ثابت کرتے ہیں۔ یہ کہ اُس قوت کے آنکھ نہیں جو دیکھے، کان نہیں جو فریاد سُنے دل نہیں جو پسیجے یا ترس آئے اس کا دوسرا مطلب یہی ہے کہ وہ بے شعور اور بے ادراک ہے یہ بھی مادہ کی صفت ہے پھر خواہ مخواہ اسے "خدا" کے نام سے یاد کرکے اہل مذہب کو دھوکا دینے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ اسکے پہلے "آئینۂ حقیقت" میں صاف عالم و دانا ہونے کی صفت خدا کے لیے ثابت کی گئی ہے ممکن ہے کہ یہ اب ترقی کا دوسرا قدم ہو کہ اُس کی دانائی کا انکار ہو رہا ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟ اس قوت کے معنی جبکہ وہی ہیں جسے مادی لوگ مادہ کے لیے ثابت کرتے ہیں تو اُسے "شخصی فرمانروا" کی طرح

خود رد خود سر اور لا پرواہ" اور اس کے فطری احکام کہنا شاعری ہے اور سب مجازی الفاظ ہیں ورنہ حقیقت میں وہاں ایک مشین کی سی طاقت کے اثرات ہیں فرمانروائی، خود روی - خودسری اور لاپروا ہی اور فطری احکام کے الفاظ سب شعور وارادہ کا پتہ دیتے ہیں اور اس قوت میں کہ جو ہر ہر ذرہ میں موجود ہے، شعور کا جوہر مفقود ہے —— اور اگر سچ مچ شخصی فرمانروائی طرح اُسکے احکام ہیں، خود روی اور خودسری اور لاپروا ہی کے ساتھ سہی فرمانروائی کا جو ہر ہے تو پھر اُسے شعور اور ادراک سے عاری ماننا درست نہیں - وہ شخصی فرمانروائی طرح خود رو خودسر اور لا پرواہ ان معنی سے ہے کہ وہ کسی کا محکوم اور کسی کے منشا کا پابند نہیں جو کچھ کرتا ہے اپنی ذاتی علم و دانائی اور حکمت و ادراک سے اور اسی لیے اُسے خود رو خودسر اور لا پرواہ ہونا ہی چاہیے کیونکہ دوسرا نہ طاقت میں اس سے بالا نہ علم و حکمت میں اس سے اونچا ہے - پھر وہ کسی دوسرے سے دبے تو کیوں اور پرواہ کرے تو کس لیے ؟

بے شک رونے پیٹنے چیخنے چلانے سے حالات میں تبدیلی ہوتی ہے جبکہ نظام عالم کی حکمت میں اس چیخنے اور چلانے کا کوئی دخل ہو تب پھر خود فطری احکام کا نتیجہ اُسی کے مطابق فیصلہ کا متقاضی ہے -

پھر بھی آخری فیصلہ قضا کی طرح اٹل ہے۔ خدا اُسی عالم و دانا فرمانروا کا نام ہے اسکے سوا جو ہو وہ خدا نہیں ہے۔ کچھ اور ہو سکتا ہے۔

## سوال (۴)

### (رسالت اور خدا کا حکم و ارادہ)

رسول اللہ خدا کا فرستادہ یعنی بھیجا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بھیجنا بحیثیت حکم و ارادہ ہی مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ حکم و ارادہ کے لیے زبان و دل و دماغ درکار ہے۔

### (جواب)

حکم خود حاکم کی زبان سے نکلے ہوے الفاظ ہی نہیں ہوا کرتے بلکہ قلم سے نکلے ہوے نقوش بھی حکم کہلائے جائیں گے۔ خالق کی طرف حکم کی نسبت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ الفاظِ حکم کسی محل پر خلق ہوں اور یوں بھی کہ قلب انسانی میں حکم کا القاء ہو بہر حال زبان کی ضرورت نہیں اور ارادہ کے معنی ہیں "علم بہ نظام مصلحت" اُس کے لیے انسانوں میں دل و دماغ درکار ہے مگر خالق کے لیے بس ذات اُس کی علم کے لیے کافی ہے۔

# سوال (۵)

## (شفاعت)

جبکہ شفیع روزِ محشر ہونا صحیح نہیں ہے تو خصوصی اوصاف ومناقب میں اُس کا شمار بھی صحیح نہیں ہے۔ بارگاہ احدیت سے سفارش یا مغفرت کا منصب اُن کو عطا ہوا ہے تو قرآن میں نام بھی عنایت ہونا چاہیئے۔

## (جواب)

کون کہتا ہے کہ شفیع روزِ محشر ہونا صحیح نہیں ہے لا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ کے استثنار سے خود شفاعت کا ثبوت ملتا ہے۔ فرائض رسالت یا رسالت کے عمومی عقائد میں سے ہونا نہ ہونا دوسری چیز ہے اور اوصاف ومناقب کے اعتبار سے ثابت ہونا دوسری چیز۔ بارگاہ احدیت سے سفارش یا مغفرت (یعنی طلب مغفرت) کا منصب عطا ہونا قرآن میں موجود ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

# سوال (۶)

## (روح وقیامت)

وہ کون معتبر ہے جس کو اپنے واقعات قبل الحیات یاد ہیں۔ روح کا تعلق اگر جسم سے نہ رہے تو تصور کیسا، خواب کہاں کا، عقل کیسی، جیتے جی کسی کو کیونکر محسوس ہوا کہ روح کا احساس جسم سے علحدہ ہو کر قوی ہو جاتا ہے؟ رسول نے تو بتایا ہی نہیں۔ ان کو غیب دانی سے انکار ہے۔
چالیس برس کے بعد خدا نے انھیں خبر دی تو وہ صرف امر ربی ہے

## (جواب)

حیات یعنی عالم ظاہری میں پیدائش کے پہلے کے حالات خدا کے سچے بندوں نے جو پیغمبر اور اوصیا رتھے بتلائے ہیں۔ کوئی انھیں معتبر نہیں مانتا تو یہ اپنے ایمان کا قصور ہے۔ اُن کی زندگی جو ہمہ تن سچائی اور امانت تھی اُن کے معتبر ہونے کی گواہ تھی۔ جس نے دنیا کی باتوں میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اُسے کیا ضرورت کہ "قبل الحیات" کے بارے میں غلط باتوں کی اطلاع دے۔ دشمن تک اُن کی سچائی کا اقرار رکھتے تھے اُن کا بلند کیرکٹر اُن کے اعتبار کی سند تھا۔ تصور، خواب، اور عقلی فکر میں اگر آنکھ کان وغیرہ

ظاہری حواس کا واسطہ ہوتا تو جسم سے تعلق ختم ہونے کے بعد ان کے ثبوت میں دشواری بھی محسوس ہوتی مگر جبکہ یہ ادراکات ان آنکھوں، ان کانوں اور ان احساسات سے متعلق نہیں تو پھر کیوں انھیں خواہ مخواہ جسم سے وابستہ سمجھا جاتا ہے جسم سے علیٰحدہ ہو کر روح کا احساس قوی ہو جائے، اس کا اندازہ جیتے جی یوں ہو سکتا ہے کہ اکثر اوقات جسم کی کمزوری کے ساتھ روح کے احساسات طاقتور نظر آتے ہیں۔ رسول کو ذاتی طور پر غیب دانی سے انکار تھا تو ہوا کرے تعلیم الٰہی سے وہ غیب کی باتیں جانتے اور بتلاتے تھے امر ربی تو ماہیت روح کے دریافت پر کہا ہے مگر جسم کے بعد روح کا بقا اور جزا و سزا سے دو چار ہونا تو انھوں نے صاف بتلایا ہے اُن کی سچائی کا یقین ہو تو اسی کو صحیح مانو۔

## سوال (۷)

## (امامت)

دنیا میں موجود رہ کر پردۂ غیبت میں کار امامت کرنا عجیب منطق ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔ قرآن بالا جمال ہے تو صرف امامت کے لیے با لتفصیل ہے تو تمام رطب و یابس کے لیے۔ انبیاء کے لیے، کفار کے لیے، بہشت و دوزخ کے لیے، حلال حرام کے لیے، نیکی بدی کے لیے، جانوروں کے لیے وغیرہ

یہ ہندی کی چندی اور اصول دین کی چہارم امامت کے لیے قرآن میں کہیں شائبہ بھی نہیں۔ بنی امیہ کا اندیشہ خدا کو نام ظاہر کرنے یا صاف صاف حکم دینے سے مانع ہوا۔ تعجب ہے، قدرت اتنی ڈرپوک، خدا اتنا بے بس قادر تھا نا اتنا کمزور،

قرآن میں امامت ابراہیم اور ذریت کے لیے مختص ہے اور ان کی ذریت میں اسحٰق و یعقوب ائمہ بن چکے ہیں عالم الغیب نے ہمارے ائمہ کا کہیں تذکرہ نہیں فرمایا۔ امامت کے لیے کوئی ہدایت کی ہوتی تو کیوں بے شمار شیعہ چھٹے اماموں کو مان کر اسماعیلی ہو جاتے اور فرقہ میں اتنا تفرقہ پڑ جاتا۔

## (جواب)

خلیفہ مانے گئے حضرت ابوبکر۔ جناب امیرؑ کو دنیا نے خلیفہ نہ مانا مگر آپ گھر کے گوشہ میں بیٹھے ناسخ و منسوخ اور تنزیل و تاویل کی تفسیر تحریر کرتے رہے۔ یہ تھا پردہ میں رہ کر کار امامت کرنا۔ لڑائیوں میں سردار دوسرے بنا دیے گئے۔ اسلامی فتوحات دوسروں کے بائے نام رہے مگر ضرورت پڑی تو اسلام کی لاج رکھنے کے لیے مشیر کار بنے علی۔ یہ تھا پردہ میں کار امامت کرنا۔ دینی پیشوائی دوسروں کی مُسلّم ہوی۔ امامت اُن کو تفویض ہوئی مگر کسی مشکل مسئلہ کے وقت مفتی کی حیثیت سے آڑے آئے تو علی۔ یہ تھا پردہ میں کار امامت

ساتھیوں کی بے وفائی، خونریزی کی طول طویل مدت، اصلاح کی مایوسی کی وجہ سے خلافت ظاہری سے کشکش ہوگئے امام حسن مگر چلتے چلتے صلح کے شرائط میں کتاب وسنت کی پابندی حکومت کے لیے ضروری قرار دی اور ثابت کردیا کہ سیاست اور شریعت جدا ہیں، آئین حکومت اور طریق شریعت الگ الگ چیزیں ہیں یہ تھا صلح کے پردہ میں کار امامت۔ اصلاح کا رستہ آخری درجہ پر مایوسی اور بیعت کے مطالبہ کی شدت سے عاجز آکر مرنے پر تیار ہوگئے حسین۔ گھر لٹا دیا۔ سر کٹا دیا۔ مظلومی اور بے بسی کے پردہ میں یہ تھا کار امامت۔

ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پیروں میں بیڑیاں، ماں بہنیں اور دوسرے اہل حرم سر برہنہ، شتر برہنہ پر سید سجاد مگر حق کے راستے کی تبلیغ۔ بیگناہی کا اعلان۔ یزید کے جرائم کی تشہیر۔ اسیری اور دربدری کے پردہ میں یہ ہو رہا ہے کار امامت۔

اسی طرح تمام اماموں کی سیرت زندگی! اتنی مثالوں سے بھی نہ سمجھ میں آئے تو منطق عجیب یا عقل وفکر اور ذہانت عجیب؟

---

قرآن بالتفصیل ہے تو کس چیز کے لیے؟ انبیاء کے لیے جن کی تعداد تبلائی نہ سب کے نام۔ کہدیا کہ ہر امت میں کوئی نہ کوئی رہنما ضرور آیا مگر ہندوستان

میں کون نبیار مبعوث ہوے، ایران میں کون، ترکستان میں کون، یورپ میں کون، حبشہ میں کون؟ اِس کا کہاں ذکر ہے؟ کفار کے لیے بالتفصیل ہے حالانکہ رسول اللہ کے زمانہ کے کافروں میں سے صرف ایک ابولہب کا نام لیا ہے اور کسی ایک کافر کا بھی نام کے ساتھ ذکر نہیں پھر بالتفصیل کیسے ہے؟ بہشت دوزخ کے لیے بالتفصیل کہاں ہے حالانکہ یہی نہیں بتایا کہ وہ دونوں کس جگہ ہیں، کب سے پیدا ہوے ہیں اور اُن میں باہم کتنا فاصلہ ہے؟ حلال حرام کے لیے کیا بالتفصیل ہے؟ حالانکہ طیبات کو کہدیا حلال اور خبائث کو بتا دیا حرام مگر نہ طیبات کی کوئی فہرست۔ نہ خبائث کی کوئی تصریح۔ کیا اسی کا نام تفصیل ہے؟ نیکی و بدی کے لیے کیا تفصیل کی گئی؟ بس کہدیا کہ اللہ عدل و احسان اور ذوی القربیٰ کی عطا کا حکم دیتا ہے اور "فحشار" اور "منکر" اور "بغی سے" روکتا ہے مگر فحشار اور منکر اور بغی میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں۔ ان کا صاف بیان ندارد کیا اسی کو تفصیل کہتے ہیں؟ جانوروں کے لیے کیا تفصیل ہے؟ نہ حلال و حرام جانوروں کا پورا بیان نہ اُن کی فہرست گائے کی تفصیل بیان ہوی تو ہندی کی چندی کرنے والوں کے پوچھنے پر بڑی بیزاری کے اظہار کے ساتھ ورنہ اجمال ہی پر ٹالا گیا تھا۔ پھر قرآن جیسے ہر چیز میں لا اجمال ہے ایسے ہی امامت کے لیے جیسے سب باتوں کا اجمال قرآن میں ہے اور

تفصیل قول یا عمل رسول سے ہوئی ہے۔ ویسے ہی امامت بھی بنی ہیہ
کا اندیشہ کوئی اپنی ذات کے لیے نہیں، اپنی جان جانے کے لیے نہیں۔
وہ طاقتور زبردست غالب وقاہر سب کچھ ہے اور اُس کو زوال وتغیر
نہیں اس لیے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا لیکن اندیشہ ہوتا ہی بندگان
خدا میں افتراق و انشقاق اور گمراہی و ابتری پیدا ہونے کا مسلمانوں
میں ایک کے بجائے دو قرآن ہوجانا مفاد الٰہی کے خلاف تھا قرآن میں
ناموں کی صراحت سے اندیشہ یہی تھا کہ مُسلمانوں میں قرآن بھی دو نہ
ہوجائیں — یہ کوئی عاجزی نہیں ہے۔ نہ درماندگی بلکہ اپنے قائم
کردہ نظام کا پاس ولحاظ ہے۔ وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا ورنہ سب سے
اپنا وجود ہی منوا لیتا — آج "آئینہ حقیقت" — یا "بینات" کی
نوبت ہی کیوں آتی —

---

امامت ابراہیم اور اُن کی ذریت میں مسلّم مگر اسحٰق و یعقوب پر یہ سلسلہ موقوف
کس نے کیا جبکہ ذریت ابراہیمی کا وجود اس کے بعد بھی رہا اور غیر ظالم
ہستیوں کے لیے دعائے ابراہیمی کی قبولیت میں کوئی حد اور قید نہیں ہے،
اور اس امت میں "جماعت وسط" یعنی عادل افراد جس کے معنی ہوے
"غیر ظالم" ان کا صراحۃً وجود قرآن سے ثابت ہی تو پھر وراثت ابراہیمی

کے نہ پہونچنے کا باعث کیا ؟ ——— صادقین ——— اولی الامر
امتہ وسطا ——— اور شہداء علی الناس - اس امت کے ایمہ
کے اوصاف ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں ——— کسی امر میں اختلاف ہوجانا
اس کی دلیل نہیں کہ اس بارے میں کوئی ہدایت نہ ہوئی تھی جبکہ ختم نبوت
میں اختلاف ہو گیا حالانکہ قرآن میں اس کے لیے ہدایت موجود تھی - مثال
کے طور پر فروع احکام میں نماز جس کے لیے قولی و عملی مثالیں ضرور پیش ہوئی
تھیں اس میں اختلاف پیدا ہو گیا - اسی طرح اگر امامت کے تفصیلات میں
بعد میں مختلف فرقوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تو اس سے یہ کیسے ثابت
ہو سکتا ہے کہ واقعی کوئی ہدایت بھی نہ ہوئی تھی ؟

## سوال (۸)

### ——— (خلافت بلا فصل) ———

۱۳ سو برس بعد اب علی کو خلیفہ بلا فصل بنایا جارہا ہے - یہ ارضی خلافت عرب
کی شاہی دنیا کی بادشاہی تھی - رسول کے بعد ابوبکر پا چکے قرآن میں جہاں کہیں خلافت ہے
ارضی خلافت ہے -

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | بقر | ۳۰ | فی الارض |
| ۱۸ | نور | ۵۵ | |
| ۸ | انعام | ۱۶۶ | |
| ۲۳ | ص | ۲۶ | |

علی رسول کے داماد، چچازاد بھائی، قوت بازو تھے۔ علی کو رسول کی قرابت، علم، شجاعت، اسلام میں جانبازیاں۔ جہادی کارنامے اور آنحضرت کی نصرت سے جو خاص منزلت ہے۔ وہ کسی کو نصیب نہیں، فضائل چھوڑ دینے سے عظمت کچھ بڑھ نہیں جاتی۔ رسول نے علی کو ضرور ولی بنایا۔ جس جماعت نے نہ مانا اُس نے اطیعوا الرسول کے خلاف کیا یا واللہ اعلم وقتی مصلحت کو دیکھا۔ وہ جانیں اور اُن کے اعمال بالنیات۔

علی خلافت کے ضرور سزاوار تھے مگر خلافت اُن کو ناسزاوار تھی آنحضرت کی نصرت میں اکثر قوم قبیلوں کے سردار علی کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے۔ انتقام طلبوں کا مجمع تھا۔ دلوں میں قصاص کی آگ بھڑک رہی تھی جماعت میں زیادہ تر ذو الفقار علی سے سینہ فگار بنو امیہ اور آل عبداللہ تھے جن کے دلوں کے گھاؤ تازہ زخم آئے تھے۔ علی کے نصیب میں ۶۳ برس کی زندگی تھی۔ بھلا ہوا کہ اس وقت بلافصل خلافت کی آفت سے محفوظ رہے۔

حسن کردار سے حضرت علی خلافت کے ضرور حقدار تھے مگر واقعہ اوپر ہی گزرا ہے کہ رسول کی خلافت ابوبکر نے پائی۔ عثمان سے خلافت علی پر آئی خلافت آئی بھی تو آفت لیتی آئی۔ نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ اپنی جان گئی کنبہ نیست و نابود ہوا۔ ایک ہی دن واقعہ عاشورا میں ۲ بھتیجے ۸ بیٹے

۸ پوتے جاں بحق ہوے۔ ہزاروں مسلمان دوستی میں ہزاروں دشمنی میں مارے گئے۔ لاکھوں بوترابی صدیوں تک خاک میں ملتے رہے۔ خدمت خلق اللہ کافی ہوگئی۔ ۱۳ صدیاں گزر چکیں آج تک خلافت کی وہی آفت شیعہ سُنی کے نام سے اسلام میں موجود ہے۔ تبرا تولا، مدح و قدح، کی جان سوا دنیا مسلمانوں میں جاری و ساری ہے۔

## (جواب)

رسول دنیاوی شاہ، ارضی شہنشاہ نہ تھے کہ اُن کی خلافت یا ارضی شاہی دنیا کی بادشاہی ہوتی۔ پیغمبر کی حکومت بحیثیت روحانی تاجدار دین و دنیا کے مالک و مختار کے تھی تو اُن کے جانشین کی حکومت بھی ایسی ہی ہوسکتی ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں خلافت ہے اسی طرح کی مذہبی اور الٰہی حکومت ہے۔

بقر ۳۰ میں آدم کی خلافت کا ذکر ہے وہ کہیں کے بادشاہ نہ تھے بلکہ ایک روحانی پیشوا تھے۔ سورۂ ص میں داؤد کا ذکر ہے انہیں اگرچہ حکومت عطا ہوئی تھی مگر وہ بھی پیغمبر تھے اس لیے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اُن کی حکومت صرف دنیوی حیثیت رکھتی تھی پھر جبکہ گزشتہ امتوں میں جس چیز پر خلافت کا اطلاق ہوا ہے وہ دنیوی سلطنت نہ تھی تو یہ

کیسے کہا جاسکتا ہے کہ سورۂ نور میں اس امت کے لیے جو حکومت کا وعدہ ہوا ہے وہ صرف دنیوی بادشاہت ہے جبکہ اُس میں یہ تصریح موجود ہے کہ کما استخلف الذین من قبلھم یعنی ویسی ہی خلافت ہوگی جیسی پہلی امتوں میں مل چکی ہے۔ اگر یہ صرف دنیوی سلطنت ہوتی تو اس کے وعدہ کے لیے امنو وعملوا الصالحات کی قید بیکار تھی کیونکہ سلطنت دنیا اس کے پہلے بھی اکثر فساق و فجار کو ملی اور اس امت میں بھی زیادہ تر سلطنت دنیا فاسقین و فاجرین ہی کو حاصل رہی ہے فی الارض کی لفظ سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ دنیوی سلطنت ہے کیونکہ نبوت یا رسالت یا امامت بھی آسمان والوں کیلئے تھوڑی ہوتی ہے بلکہ وہ بھی زمین کے رہنے والوں میں لیکن تعلق اُس کا آسمانی احکام و ہدایات سے ہوتا ہے۔ جبکہ خلافت بھی نبوت و رسالت کا ایسا عہدہ ہوا جو اللہ کی طرف سے اُس کے مخصوص بندوں کو ملتا ہے تو اُس کا پانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے،

اجماع، شوریٰ، استخلاف کے تمام ذرائع یہاں پر بیکار رہیں وہ تو جس کے لیے اللہ نے مقرر کردی بس اُسی کو ملی اور کسی کو نہیں اور اس اعتبار سے علی خلیفہ بلا فصل ۱۳½ سو برس بعد نہیں بنائے گئے بلکہ اُسی وقت سے وہ خلیفہ بلا فصل مقرر تھے جب سے کہ محمد مصطفیٰ رسول مقرر ہوئے تھے۔ بلا فصل جوڑنا علی کی عظمت بڑھانے کے لیے نہیں بلکہ

حق کے اظہار اور باطل کی نفی کے لیے ہے جب علی خلافت کے سزاوار تھے تو جب اُن کے سوا پہونچی ناسزا پہونچی۔ خلافت اُن کے لیے سازگار تھی یا نہیں اس کا فیصلہ تو جب ہوتا کہ جب بلا فصل وہ اُن تک پہونچتی۔ پھر نہ کوئی آفت آتی نہ قیامت۔ انتقام لینے والوں کو انتقام لینا تھا تو رسول سے لیتے اس لیے کہ علی نے جو کیا وہ اُن ہی کے حکم اور کمال میں کیا عداوت ہوتی تو انُ سے ہوتی مگر پیغمبر نے ان لوگوں کی طاقتوں کو ایسا شکستہ کر دیا تھا کہ اُن میں انتقام لینے کا دم نہ تھا۔ علی کی خلافت اُن کی رہی سہی طاقت کو اور ختم کر دیتی۔ دلوں کی حسرت دل ہی میں رہتی مگر آفت تو اجماعی خلافت سے آئی کہ جن کا زور رسول نے توڑا تھا اس خلافت نے اُن کو طاقت بڑھانے کا موقع دے دیا جب اُن کی طاقت بھرپور شباب پر تھی اُس وقت علی کی خلافت ہوئی۔ اب کیا تھا رسول کا کنبہ نیست و نابود ہوا۔ گھر برباد ہوا۔ یہ سب نتیجہ ہوا افضل کے قائم ہوجانے کا اور یہی فضلی خلافت کی آفت ہے جو شیعہ سُنی کے نام سے اسلام میں موجود ہے اور تبرا تولا۔ مدح قدح کی جان لیوا دبا مسلمانوں میں جاری ہو دیکھئے

## سوال (۹)

قرآن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت پیغمبری سے بڑھا ہے۔

جلیل القدر منصب ہے جو مخصوص پیغمبر خلیل اللہ کو اور ذریت کو عطا فرمایا گیا ہے (بقرہ ۱۲۴ پ ۱) ہم لوگ باعتبار حسن کردار نہ باعتبار وراثت) حضرت علی کو وصی و جانشین رسول اور اُن کی اولادوں میں سے بعض بنی فاطمہ کو آل رسول جان کر اپنا امام بناتے ہیں مگر قرآن میں ان کا نام نہیں پاتے۔

عالم الغیب کو امام بنانا ہوتا تو اپنے فرمان میں یہ منصب نام بنام عطا فرما دیتا۔ پھر حنفی و شافعی و حنبلی و مالکی کیوں امام بنائے جاتے جعفری کیوں خانہ کعبہ سے علیحدہ کر دیے جاتے چھ اماموں کو مان کر اسمٰعیلیے کیوں الگ ہو جاتے۔ آج کو سر آغا خان کیوں امام مانے جاتے۔ بارھویں امام کیوں غائب ہو جاتے۔ کیوں ۱۲ سو برس انتظار کراتے۔

## (الجواب)

قرآن سے ظاہر ہے کہ امامت جو پیغمبری سے بڑھا ہوا جلیل القدر منصب ہے پیغمبر خلیل اللہ کے بعد آپ کی اولاد کے لیے ثابت رہا، اُن کے لیے جو ظالم نہ ہوں یعنی باعتبار کردار معصوم ہوں ۱ بقر ۱۲۴

ہم لوگ باعتبار نص رسول جس کا باعث حسن کردار ہے نہ وراثت حضرت علی اور اُن کے بعد اُن کی اولاد میں سے بعض اشخاص کو جن کیلئے

نص ثابت ہوا۔ اپنا امام مانتے ہیں۔ آل رسول جان کر اگر امام بناتے تو سب ہی بنی فاطمہ کو بناتے چند افراد کی تخصیص نہ ہوتی ۔ قرآن میں نام پانے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ جو قرآن کے پہونچنے کا ذریعہ تھا۔ یعنی رسول وہی ان ناموں کے پہونچانے کے لیے کافی تھا۔ نام بنام بھی قرآن میں بتائے جاتے تو بھی من گھڑت تاویلوں سے اپنے امام بنائے جاتے جیسا طور سے پیغمبر کو خاتم النبیین کہا۔ پھر مسیلمہ کذاب۔ سجاح ۔ اور اب آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی نبی بنا ہی لیے گئے ۔ پھر اماموں کا نام آجانے سے دوسروں کی امامت کا دروازہ کیسے بند ہوتا ۔ قرآن میں نام آنے اور غیبت کے ہونے نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ غیبت ہونے والی تھی تو بہر حال ہوتی خواہ نام قرآن میں آتے یا نہ آتے

## سوال (۱۰)

# فضیلت خصوصیات رسول

حضرت علیؓ کی تمام خصوصیتیں قرآن کی بیّن آیتوں میں نام کے ساتھ موجود ہیں یہ توہم ہے توخدا کا ہے۔ صحیح نہیں ہے تو اس کا ذمہ دار کلام اللہ ہے ۔ قرآن کے تیسرے پارہ تلک الرسل کی پہلی آیت میں مزید برآں توہم ملاحظہ ہو۔ کلیم اللہ اور روح اللہ کا سا فضل نمایاں

معجزنما۔ رفیع الدرجات کوئی اور نبی نظر نہیں آتا۔ آپ کی نظر میں ہوتو قرآن سے دکھلائیے۔

| | |
|---|---|
| تلک الرسل فضلنا بعضھم | ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت |
| علی بعض منھم من کلم اللہ | دی۔ ایسے بھی ہیں جن سے خدا نے |
| ورفع بعضھم درجات واتینا | خود بات کی اور بلند مرتبہ کیا اور |
| عیسی بن مریم البینات وایدنٰہ | عطا کیے عیسیٰ بن مریم کو معجزات اور |
| بروح القدس (رپ بقر) | روح القدس سے اُن کی امداد کی |

اور خدائی وہم ملاحظہ ہو۔

| | |
|---|---|
| عیسی بن مریم وجیھا فی الدنیا | عیسیٰ بن مریم کو باعزت کیا |
| والاخرۃ ومن المقربین | دنیا و آخرت میں اور مقرب بندوں |
| ۳۔ آل عمران آیت ۴۵ | میں ہیں |

اب ذرا عیسیٰ کے لیے آیۂ تطہیر نام کے ساتھ ملاحظہ کرلی جائے

| | |
|---|---|
| یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی | اے عیسیٰ مرنے پر تم کو رفیع کرونگا |
| ومطھرک من الذین کفروا | اپنی طرف اور پاک طاہر کرونگا |
| وجاعل الذین اتبعوک | کافروں سے اور تمھارے تابعین |
| فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ | کو غالب رکھوں گا کافروں پر |
| (۳۔ آل عمران۔ ۵۵ | قیامت تک۔ |

جناب مریم کے لیے بھی آیۂ تطہیر امر کی تخصیص کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

| | |
|---|---|
| یا مریم ان اللہ اصطفاک و | اے مریم تم کو خدا نے منتخب کیا اور |
| طھرک و اصطفاک علیٰ | طاہر کیا اور برگزیدہ کیا تمام |
| نساء العالمین ۳۔ آل عمران ۴۲ | جہان کی عورتوں سے۔ |

(۱) عیسیٰ روح اللہ ہیں۔ ان کی روح کو مقام شرف میں خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ شرف کیا کم ہے۔ ایسی فضیلت آپ آنحضرت کی نسبت قرآن سے دکھائیے؟

آدم کی خصوصیت سے یہاں کیا واسطہ۔ ان کا یہاں کیا ذکر۔ ان کو نافرمانی کی وجہ سے کوئی خصوصیت نہیں۔ آنحضرت منزل روح ہیں تو ابراہیم موسیٰ عیسیٰ سب ہی پر فرشتے آئے۔ سب ہی منزل روح ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ فضیلت نہیں خصوصیت تو ہے۔

آدم سے کیا مطلب آنحضرت میں کوئی ایسی خصوصیت دکھلائیے۔

(۳) عیسیٰ کی والدہ صدیقہ ہیں۔ ۱۶۔ مریم۔ ۳

جناب فاطمہ دختر آنحضرت کی کوئی ایسی خصوصیت قرآن سے دکھائیے

(۴) حضرت عیسیٰ کا بطن مادر سے نبی ہونے کا دعویٰ قرآن کی ۱۶۔ مریم

آیت ۳ - ہے۔ آنحضرت کا ایسا شرف قرآن سے دکھائیے۔

(۵) خدا کی دی ہوئی ہر چیز اعجاز ہے۔ قرآن اعجاز ہے تو عیسیٰ، موسیٰ کی انجیل، توریت بھی اعجاز ہیں۔

(۶) مریم کے دامن پر شرمناک دھبہ تھا اس لیے اتنے فضائل اور خصوصیات قرآن میں عطا فرمائے گئے ہیں۔ آپ کے رسول کے یہاں تو خدا نخواستہ کسی الزام کی گنجائش نہیں ہے تو کوئی خصوصیت و فضیلت بھی قرآن سے نہیں معلوم ہوتی۔

(۷) آنحضرت کے لیے نشانی قرآن باقی ہے تو موسیٰ کی توریت اور عیسیٰ کی انجیل بھی باقی ہے جو اُن کی سچائی ظاہر کرتی ہے۔

(۸) یہ بالکل صحیح ہی کہ آنحضرت کو کوئی معجزہ عطا نہیں ہوا قرآن کی پندرہ آیتیں گواہ ہیں۔ دیکھیے معجزات کی بحث۔

(۹) حضرت عیسیٰ کی بزرگداشت قرآن کی آیت سے ہے۔ آنحضرت کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ ماتھا زخمی پتھروں سے شانہ گھائل ہوا ہے۔ آپ کی مذہبی تاریخیں گواہ ہیں۔

(۱۰) حضرت عیسیٰ کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ تمام اہل کتاب (جس میں آنحضرت بھی شامل ہیں) مرنے سے پہلے عیسیٰ پر ضرور ایمان لائیں گے آپ کا قرآنی حکم کہہ رہا ہے اور عیسیٰ اس پر گواہ ہوں گے۔

آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت کا دین تا قیامت غالب رہے گا اور آپ کے تابعین خلافت فی الارض کے مالک ہوں گے۔ اس کا انتظار آپ فرمائیں۔ خدا کا وعدہ تو پورا ہو رہا ہے ۱۳½ سو برس کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ خدا کا وعدہ ہے تو اچھے کام کرنے والوں سے ہے۔ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی یا موسائی۔

(۱۱) عیسیٰ اور ان کی ماں کے لیے روح القدس جبرئیل آئے اور وحی لے کر آئے۔ فرشتوں نے بھی خوشخبری دی۔ آنحضرت کی امداد کو ہزاروں فرشتے آئے تو چھپ کر کوئی دیکھ نہ پایا۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ کو خدا نے رفیع کہا تو بیداری میں آنحضرت منزل قاب قوسین گئے ہوں گے تو خواب میں۔

(۱۳) حضرت عیسیٰ متوفیک و رافعک و مطہرک ہیں تو قرآن سے ہمارے بارہویں امام غائب ہیں تو قرآن میں بھی پتہ نہیں۔

(۱۴) حضرت عیسیٰ کے پیروؤں کو غالب رکھنے کا وعدہ ہے ۳۔ آل عمران ۵۵۔

(۱۵) قرآن کو دائمی مانیے گا تو انزل من قبلک کو بھی دوامی ماننا پڑے گا۔

(۱۶) عیسیٰ پر ایمان لانے والی جماعت اب بھی آپ کی جماعت سے

بہت زیادہ ہے اور خلیفہ فی الارض ہے۔

(۱۷) عیسیٰ نے ملک و مال کو نہیں چھوا۔ نہ مخلوق الٰہی کو قتل کیا۔ آنحضرت نے مخلوق خدا کو قتل کیا۔ ملک چھینا۔ مال غنیمت لوٹا۔ خدا کے بندہ کو اپنا بندہ بنایا (کنیز و غلام)

(۱۸) عیسیٰ نے خلق خدا کو تکلیف نہیں پہونچائی۔ بیماروں کو شفا دی۔ اندھے کوڑھی جذامی اچھے کئے۔ یہ انسانی ہمدردی بے مثال ہے

(۱۹) حضرت عیسیٰ عورتوں سے علیٰحدہ رہے تو آنحضرت حد سے متجاوز ہو گئے۔

(۲۰) حضرت عیسیٰ کے معجزات مفاد عامہ کے لیے آپ کو بھی تسلیم ہیں مگر آنحضرت کا کوئی ایسا معجزہ قرآن میں نہیں ہے۔

## معجزات و خصوصیات از قرآن

| | حضرت ابراہیم | حضرت موسیٰ |
|---|---|---|
| معجزہ (۱) | آگ سرد ہوئی<br>جانوروں کا قیمہ<br>بن گیا | عصا<br>ید بیضا<br>دریا شگافی<br>اژدہا پیکری<br>۱۲ چشمے<br>مردہ زندہ |

| | حضرت ابراہیم | حضرت موسیٰ |
|---|---|---|
| معجزات | | من وسلویٰ<br>قحط<br>عذاب الٰہی متعدد بار |
| خصوصیات | دنیا و آخرت میں منتخب ہوئے<br>خلیل اللہ<br>امام بنایا<br>اسلام دین حنیف ہے<br>پیری میں فرزند عطا ہوا<br>فرشتے آئے<br>بڑا ذبیحہ فرزند کا فدیہ ملا<br>ابراہیم کی پیروی کا آنحضرت کو حکم<br>دعا سے بیٹیا اور پوتہ ائمہ ہوئے<br>صحائف | آپ کی کتاب امام ہے<br>صاحب شریعت اول<br>۹ معجزے عطا ہوئے<br>کلیم اللہ<br>تجلی کا شرف<br>قبطی کا خون معاف ہوگیا<br>ماں پر وحی آئی<br>توریت<br>؞<br>؞ |
| | **حضرت عیسیٰ** | **حضرت محمد** |
| معجزات | پیدا ہوتے ہی کلام کیا<br>مردے جلائے | |

| | حضرت عیسیٰ | حضرت محمد |
|---|---|---|
| معجزات | مٹی کے کھلونوں میں جان ڈالی<br>اندھے کوڑھی جذامی اچھے کئے<br>بیماروں کو شفادی | |
| خصوصیات | روح اللہ<br>روح القدس سے امداد ہوئی<br>خوان نعمت<br>کنواری سے پیدا ہوئے<br>کتاب ہدایت ساتھ لائے<br>ماں کے خصوصیات<br>گزند و صدمہ سے محفوظ رہے<br>سب کو ایمان لانا ہوگا<br>موعود ہیں<br>انجیل | فرشتے آئے<br>رحمۃ للعالمین<br>بشیر و نذیر<br>قرآن |

خصوصیات کے نقشے میں آنحضرت کے لیے معجزات کا خانہ خالی چھوٹ رہا ہے۔ اامامیہ مشن کو معجز نمائی کا دعویٰ ہے تو اس کی خانہ پری فرمادیجئے۔

عیسیٰ نے معجزات دکھلائے مگر آپ کے رسول نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ معجزے کی خواہش دل میں رکھنے پر عتاب ہوا۔

## (الجواب)

قرآن میں لا تقربوا الصلوٰۃ دیکھ کر یہ کہنا کہ قرآن کی بعض آیت میں نماز کے ترک کا حکم موجود ہے اور ویل للمصلّین دیکھ کر یہ کہنا کہ قرآن میں نماز گزاروں کو سزا کی دھمکی دی گئی ہے۔ ما انا الا بشر مثلکم دیکھ کر یہ کہنا کہ قرآن کی تین آیت سے ثابت ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ بالکل عام انسانوں کی طرح تھے۔ آپ کے لیے کوئی خصوصیت نہیں تھی لا الٰہ دیکھ کر یہ کہنا کہ قرآن میں خود خدا کا انکار اور مادیین کے نقطۂ نظر کی حمایت موجود ہے۔ لا یشفعون دیکھ کر یہ کہنا کہ قرآن میں شفاعت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے وما ینطق کی لفظ پیش کر کے یہ ثبوت دینا کہ رسول اللہ کبھی بات کرتے ہی نہیں تھے سبب تو تہم کہا جائے تو اگر یہ توہم خدا کا ہو اور اس کا ذمہ دار کلام اللہ ٹھہرے تو بے شک حضرت عیسیٰ کے متعلق آیات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا کہ یہ حضرت عیسیٰ کے خصوصیات ہیں اور اس لیے ہمارے رسول سے وہ افضل ہیں مستند کا توہم ہوگا اور اس کا ذمہ دار کلام اللہ ٹھہرے گا

لیکن اگر وہ سب توہم خدا کے نہیں بلکہ کلام خدا کے غلط معنی سمجھنے والے آیات قرآنی میں سے آدھے جزو کو لے کر دوسرے جزو کو ترک کر دینے والے بعض آیات کو سامنے رکھ کر دوسرے آیات کو نظر انداز کر دینے والے کا توہم ہے تو اسی طرح حضرت عیسیٰ کے متعلقہ آیات سے ہمارے رسول کے مقابلہ میں عیسیٰ کی فضیلت ثابت کرنا خدا کا توہم نہیں ہے اور نہ کلام الٰہی اس کا ذمہ دار ہے بلکہ یہ اپنی سمجھ کا پھیر اور اپنی ناقص عقل کا توہم ہے جدید توہم کا بھی نقشہ ملاحظہ کیجئے۔

| | |
|---|---|
| تلك الرسل فضلنا بعضهم | اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے |
| علیٰ بعض منهم من كلم الله | وہ پیغمبر ہیں جن میں سے بعض کو |
| ورفع بعضهم درجات | بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے ان میں سے |
| وآتينا عيسى بن مريم البينات | ایسے بھی ہیں جن سے خدا نے بات |
| وايدناه بروح القدس | کی اور اُن میں سے بعض کو بہت |
| (پ ۳ بقرہ) | درجے بلند کیا ہے اور عیسیٰ کو ہم نے |

معجزات عطا کئے اور روح القدس سے اُن کی امداد کی۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ کلیم اللہ اور روح اللہ کا سا افضل انبیاء معجزنما رفیع الدرجات کوئی اور نبی نظر نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ منہم من کلم اللہ سے کلیم اللہ لے لیجئے اور وآتینا عیسیٰ بن مریم کا ٹکڑا روح اللہ سے

متعلق لے لیجئے تو درمیان میں پھر بھی رفع بعضھم درجات کا جزو موجود ہے جو نہ کلیم اللہ سے متعلق ہے ورنہ بعضھم کی لفظ دوبارہ لانے کی ضرورت نہ ہوتی اور نہ روح اللہ سے متعلق ہے کیونکہ اُن کا ذکر نام کی صراحت کے ساتھ بعد کو ہے اور چونکہ اس بعض کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اُن کو ہم نے بہت درجہ بلند کیا ہے اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلیم اللہ اور روح اللہ دونوں سے افضل اور رفیع الدرجات ہے۔ اس کے علاوہ منھم من کلم اللہ کے جزو کو موسیٰ سے مخصوص قرار دینا بھی غلط والے کا توہم ہو سکتا ہے اس لیے کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے کہ کلام اللہ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں منجملہ اُس کے ہے۔ (وحیا اومن وراء حجاب) "بصورت وحی یا ازپس پردہ" اور اس بنا پر ہمارے رسولؐ بھی منھم من کلم اللہ میں داخل ہیں بلکہ آپ مختلف اقسام کلام کے جامع ہیں اس لیے حضرت موسیٰ سے آپ افضل اور رفیع الدرجات ہیں۔

دوسرے توہم کی بھی حقیقت ملاحظہ ہو۔

"عیسیٰ بن مریم کو باعزت کیا دنیا و آخرت میں اور مقرب منزل میں ہیں" اس میں یہ کہاں ہے کہ سوائے عیسیٰ کے کسی کو عزت دی ہی نہیں اور مقرب ہونا اُن کی کوئی مخصوص صفت ہے۔ حالانکہ قرآن میں تو

تمام بنی آدم کے لیے ارشاد ہوا ہے۔

لقد کرمنا بنی آدم "ہم نے اولاد آدم کو با عزت کیا"، پھر اس میں عیسیٰ کی خصوصیت کیا رہی، رہ گیا مقرب ہونا تو ہمارے رسول پر ایمان لانے والوں کے باب میں ارشاد کیا:۔ السابقون السابقون اولئک المقربون پھر اس آیت سے عیسیٰ کی فضیلت پر استدلال ہمارے رسول کے مقابلہ میں کس کا وہم قرار پاتا ہے؟

اب زرا عیسیٰ کے لیے جو آیۂ تطہیر درج کی گئی ہے اُسے دیکھیے یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا اس میں رجس و گناہ وغیرہ سے طہارت کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ کافروں کی جماعت سے تطہیر یعنی علحدگی کا ذکر ہے اور مریم کے لیے جو آیۂ تطہیر ہے اُس میں صرف (طھرک) کی لفظ ہے مگر مطلق تطہیر اور حق تطہیر میں جو یطھرکم تطھیرا سے ثابت ہے بڑا فرق ہے۔ اگر لفظ نسبت تطہیر ہی کا استعمال آیت تطہیر کا معیار رہے تو ہمارے رسول کی تمام اُمت یعنی جماعت اسلامی کو مخاطب کر کے ارشاد کیا ہے یرید اللہ ان یطھرکم اس لیے جو بات عیسیٰ اور حضرت مریم کے لیے کہی گئی ہے وہ ہمارے پیغمبر کی اُمت میں ہر شخص کے لیے ہے۔

(۶) عیسیٰ کے روح اللہ ہونے کے مقابلہ میں آدم کی خصوصیت

کو یہ کہہ کر ٹالنا کہ ان کو نافرمانی کی وجہ سے کوئی خصوصیت نہیں ہے عیسیٰ کی خصوصیت کو اور گھٹانا ہے کیونکہ جو بات بزعم معترض ایک نافرمان کو حاصل ہو سکی وہ اگر عیسیٰ کو بھی حاصل ہوئی تو بات ہی کیا ہوئی یہ کہنا کہ ابراہیم موسیٰ عیسیٰ سب ہی پر فرشتے آئے۔ سب ہی منزل روح ہیں۔ اس لیے درست نہیں ہے کہ فرشتے آئے ہوں مگر ہر فرشتہ روح نہیں ہے اسی لیے تنزل الملائکۃ والروح میں فرشتوں کا نام الگ لیا گیا ہے اور روح کا نام الگ۔ اس کے علاوہ سب پر آئے ہوں مگر قرآن میں تو اوروں کے لیے اس کا ذکر نہیں ہے اگر ایسا ہی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ بحیثیت شرف روح اللہ ہونا عیسیٰ سے مخصوص نہیں بلکہ آدم سے لے کر خاتم تک ہر نبی کی روح مقام شرف میں خدا کی طرف منسوب ہونے کے لائق تھی۔

اب رہا ایسی فضیلت کا آنحضرت کی نسبت قرآن سے ثابت ہونا تو ایسی ہی نہیں بلکہ اس سے بلند تر فضیلت آنحضرت کے لیے قرآن سے ثابت ہے۔

ہر ایک شخص جانتا ہے کہ روح جسد سے اشرف ہے۔ عیسیٰ کی تو فقط روح کو اپنی طرف منسوب کیا اور ہمارے پیغمبر کی روح کا کیا تذکرہ ان کے جسد تک کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ارشاد کیا:۔ ان الذین یبایعونک

انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم "یہ لوگ جو تم سے بیعت
کرتے ہیں حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان
کے ہاتھوں کے اوپر ہے"
اور اسی لیے آپ کے عمل کو اپنی طرف منسوب کیا۔
وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ "تم نے کنکریاں
نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں" اور آپ کے قول کو بھی اپنی طرف
منسوب کیا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ"
اس قسم کی فضیلت آنحضرت کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے نہیں ہے
(۲) عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اگر صرف خصوصیت مان لیا گیا
ہے تو خصوصیتیں ہمارے پیغمبر میں بھی بہت تھیں۔ یہی خصوصیت کیا کم ہے
کہ امیین میں سے ہوتے ہوئے معلم کتاب و حکمت قرار پائے۔
یہ خصوصیت بھی ہے کہ ام القریٰ یعنی مکہ میں پیدا ہوئے۔ یہ
خصوصیت بھی ہے کہ اولاد اسمٰعیل میں سے نبوت کے حامل ہوئے۔ یہ
خصوصیت بھی ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کا زمانۂ حمل ہی میں انتقال
ہو گیا اور آپ ماں کے پیٹ ہی سے یتیم پیدا ہوئے۔ وغیرہ وغیرہ۔
خصوصیتیں بے شمار ہیں۔
(۳) عیسیٰ کے صرف والدہ کو صدیقہ کہا اور ہمارے پیغمبر کے تمام

گھر والوں کو مطہر ہونے کی سند دی گئی (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا) اور آپ کے تمام آباؤ اجداد کو "ساجدین" کا خطاب دیا (تقلبک فی الساجدین) اور آپ پر ایمان لانے والوں کو "صدیقون" کا لقب دیا (اولٰئک ھم الصدیقون)

(۴) حضرت عیسیٰ کی نبوت کا اظہار تو صرف اُسی وقت ہوا جب آپ شکم مادر سے متولد ہو چکے تھے اور ہمارے رسول کی رسالت کا اظہار اور اس پر ایمان لانے کا قول وقرار تمام انبیاء سے اُس وقت لیا گیا جبکہ آپ بظاہر بالکل کتم عدم میں تھے (واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ) کتاب وایمان سے عدم واقفیت مادی ذرائع کے اعتبار سے تھی لیکن تعلیم الٰہی سے شرح صدر حضرت کا زمانہ رضاعت ہی میں ہو گیا تھا (الم نشرح لک صدرک)

(۵) یہ غلط ہے کہ خدا کی دی ہوئی ہر چیز اعجاز ہی ۔ انجیل زدہ ہوتا ہے جو اثبات رسالت کے لیے بطور دلیل پیش کیا جائے ۔ انبیائے گذشتہ کے معجزات لازم اور چیزیں تھیں جیسے عصا ۔ ید بیضا وغیرہ ۔ توریت اور انجیل کو اثبات نبوت کے لیے بطور دلیل نہ موسیٰ اور عیسیٰ نے پیش کیا نہ وہ اُن کا معجزہ قرار پائیں ۔

اگر ایسا ہی ہو کہ خدا کی دی ہوی ہر چیز معجزہ ہے تو ہر شخص کو اس نے آنکھیں دی ہیں کان دیے ہیں۔ مختلف حواس ظاہری و باطنی دیے ہیں۔ یہ سب ہر شخص کے لیے معجزہ ہی قرار پائیں۔ ایسا تو نہیں ہے معلوم ہوا کہ جو شے خدا کی طرف سے بطور دلیل نبوت دی گئی ہو وہ معجزہ ہے۔ ہر چیز معجزہ نہیں ہے۔

(۶) چونکہ حضرت مریم پر ایک الزام عاید کیا جا رہا تھا اور وہ غلط تھا اس لیے صفائی پیش کرنے کی ضرورت تھی اور جہاں خدانخواستہ کوئی اس طرح کے الزام کی (باقرار سائل) گنجائش نہ ہو وہاں اس طرح کی صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ رہ گئے خصوصیات وفضائل وہ ہمارے رسول کے کثرت سے ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہوا اور بعض کا نقشۂ معجزات وخصوصیات میں بیان ہو گا۔ تمام انبیار اپنی امتوں کے گواہ اور ہمارے پیغمبران تمام انبیار کے گواہ ہیں یہی خاص فضیلت کیا کم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو نسبت تمام امتوں کو انبیار کے ساتھ ہے وہ نسبت تمام انبیار کو ہمارے رسول کے ساتھ ہے

(۷) وقتی معجزات رسول کے بہت تھے جو ویسے ہی ذرائع سے ثابت ہوے ہیں کہ جن سے دوسرے انبیار کے معجزات ثابت ہوے اور ان سب کے علاوہ باقی نشانی قرآن ہے۔ موسیٰ کی توراۃ اور انجیل

جو اثبات نبوت کے لیے کافی ہوتی آج باقی نہیں اور آج جو تورات و انجیل عام ہاتھوں میں ہے وہ بجائے سچائی ظاہر کرنے کے اُن کی نبوت اور سچائی کو ناواقف انسانوں کے لیے مشکوک بنانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔

(۸) یہ بالکل غلط ہے کہ آنحضرت کو کوئی معجزہ عطا نہیں ہوا۔ قرآن کی تیس آیتیں گواہ ہیں۔ دیکھیے معجزات کی بحث جو آیندہ مذکور ہوگی

(۹) نشانۂ ظلم و ستم ہونا یا مبتلائے مصائب ہونا کسی سچے نبی کی توہین نہیں بلکہ رفعت مراتب کا ذریعہ ہے۔ دوسرے سچے رہنما بھی اس طرح کے بہت سے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ دنیا بھر کی تاریخیں گواہ ہیں

(۱۰) تمام اہل کتاب کا عیسیٰ پر ایمان لانا بھی وعدہ ہی ہے اور دین محمدی کا غالب ہونا بھی وعدہ ہے۔ پورا ابھی تک نہ وہ ہوا ہے (کیونکہ یہود اب تک منکر ہیں) اور نہ یہ۔ جو قرآن پر ایمان لائے اُسے انتظار دونوں ہی باتوں کا لازم ہے۔ اچھے کام کرنے والوں کی وعدہ مطلق نہیں بلکہ الّذین اٰمنو منکم کی قید ہے جس کے مخاطب مسلمان ہیں اور وعدہ میں لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم کا جزو داخل ہے اور دین منتخب کے لیے بتا دیا گیا ہے کہ وہ اسلام ہے (ان الدین عند اللہ الاسلام) اس لیے موسائیوں یا عیسائیوں کے غلبہ سے یہ وعدہ پورا نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) عیسیٰ اور اُن کی ماں کے لیے روح القدس جبرئیل عام آدمیوں کے سامنے کب آئے؟ اور فرشتوں کی خوشخبری دوسروں کے کانوں تک کب پہونچی مگر جس نے اس کی اطلاع دی، اُسی نے آنحضرت کی امداد کو ہزاروں فرشتوں کا آنا تبلایا۔ وہ بھی چھپ کر ہوا اور یہ بھی چھپ کر اور خدا بھی نظروں سے چھپا ہوا نظام خلائق میں کارفرما ہے اور یونہی امام بھی نفع پہونچاتے ہیں غیبت میں (یعنی چھپ کر) پھر اس میں اعتراض کیا؟

(۱۲) قرآن میں کہیں نہیں کہ عیسیٰ کی رفعت بیداری میں تھی اور آنحضرت کی معراج خواب میں بلکہ الفاظ یکساں ہیں اس لیے اگر وہ رفعت بیداری میں تھی تو یہ معراج بھی بیداری ہی میں سمجھی جانا چاہیے اور یہ خواب میں تھی تو وہ بھی خواب گا پھر بھی رفعت کے مرتبہ کی بلندی سے فضیلت قائم ہے۔

(۱۳) ماننے والوں کے لیے حضرت عیسیٰ بھی متوفیک ورافعک و مطہرک ہیں قرآن سے اور بارھویں امام بھی غائب ہیں۔ تو قرآن سے (ولکل قوم ھاد) اور یؤمنون بالغیب امامت و غیبت دونوں کی سند ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے۔ نہ یہ قرآن سے ثابت نہ وہ۔ یہاں نام کی صراحت نہیں تو وہاں رفعت جسمانی کی تصریح نہیں اور زندگی کا تذکرہ بلکہ متوفیک سے موت آنے کا شائبہ۔ رہ گئی رفعت مرتبہ

وہ سب ہی انبیاء بلکہ مومنین اور صالحین کو حاصل ہے۔ عیسیٰ کی کوئی خصوصیت نہیں
(۱۴) حضرت عیسیٰ کے پیرووں کو ان کے منکروں یعنی یہودیوں پر
غالب رہنے کا وعدہ ہے تو دین ختمی مرتبت کو تمام ادیان پر غالب
رکھنے کا قطعی وعدہ کیا گیا ہے اور حقیقی متبع عیسیٰ کے تو مسلمان ہیں جنہوں
نے اُن کی بشارتوں کو جو اپنے بعد والے نبی کے لیے تھیں مانا اور اُن
کا اتباع کیا۔ نہ کہ نصاریٰ جنہوں نے نہ عیسیٰ کی بشارتوں کو تسلیم
کیا، نہ اُن کی دائمی تعلیم کو برقرار رکھا۔ بلکہ اُنھیں خدا کا بیٹا کہہ کر
اُن کی نافرمانی کی اور اُن کو بے وجہ بدنام کر دیا۔

(۱۵) قرآن تو دائمی ہے اس لیے کہ خاتم النبیین کو ملا جن کے
بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور چونکہ نبوت دائمی اس لیے شریعت بھی
دائمی اور نصاب بھی دائمی لیکن انبیائے ماسبق کی شریعت دائمی نہ تھی۔
تو اُن کی کتاب کو دائمی ماننے کی کیا ضرورت ہے؟

(۱۶) عیسیٰ کو نہ ماننے والی جماعت (جس میں تمام یہود، پارسی
بودھ، ہندو بحیثیت مجموعی داخل ہیں) عیسیٰ پر ایمان لانے والی
جماعت سے بھی زیادہ ثابت ہے تو پھر اگر عیسیٰ پر ایمان لانے والی جماعت ہماری جماعت سے زیادہ ہو تو
فضیلت کیا ثابت ہوگی۔ رہ گئی خلافت فی الارض نہ وہ کثرت تعداد سے ہے، نہ وقتی غلبہ و
تسلط سے بلکہ اس کا معیار ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اللہ کی بلا شرکت غیرے

عبادت ہے (لیعبد ونی لا یشرکون بی شیئا) جب بھی سامنے آئے خلافت فی الارض تو وہی ہوگی۔

(۱۷) عیسیٰ کو عمر بھر میں ۹ عدد ساتھی ملے وہ بھی غریب، کمزور ماہی گیر۔ ملک و مال ملتا نہ چھوٹتے، تلوار ہاتھ میں آتی اور مددگار ملتے پھر مخالفوں سے مقابلہ نہ کرتے تو سند ہوتا۔ آنحضرت نے خدا سے لولگانے اور چڑھائی کرکے اپنے مقابل آنے پر دشمنوں کو قتل کیا۔ ملک چھینا تو بتوں کے پنجے سے اچھوں کو چھٹکارا دیا اور مالِ غنیمت لوٹا تو معاصی خدا کے بجائے نیک اعمال صرف کرنے کے لیے خدا کے نیک بندوں کو تقسیم کیا اور دوسروں کو اپنا بندہ بنانے والوں کو اُن کے جرائم کی سزا میں بندہ بھی بنایا تو قدم قدم پر رہائی کے لیے بہانے قرار دیئے تو بُرا کیا کیا؟

(۱۸) خلقِ خدا کو بیجا تکلیف پہونچانا کسی نبی خدا کا کام نہیں ہوسکتا مگر حق کی اشاعت کا ہر قدم باطل پرستوں کے لیے انتہائی تکلیف کا باعث ہے یہود کو اگر تکلیف نہ پہونچتی تو سولی دینے پر کیوں تیار ہوجاتے؟ انسانی ہمدردی میں پھر بھی اس پیغمبر کا نظیر کون ہوسکتا ہے جو خلقِ عظیم کے درجہ پر فائز اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۱۹) عورتوں سے علیحدہ رہنا کوئی فضیلت نہیں، ایسا عمل ہے جس کی تقلید اگر دنیا کرنے لگے تو نوعِ انسانی فنا ہوجائے۔ اگر کہو کہ

فضیلت نہیں خصوصیت تو ہے" تو ہم کہتے ہیں کہ چار سے زیادہ ازدواج رکھنا بھی عدالت کی حفاظت کے ساتھ ایک خصوصیت ہے اور اس تعداد کے باوجود حفظ عدالت بڑی فضیلت بھی ہے۔ حضرت عیسٰی کے معجزات مفاد عامہ کے لیے تھے اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھدی وشفاء ورحمۃ للمؤمنین لے کر آئے تھے۔ یہ باتیں کب مفاد عامہ سے خارج ہیں۔

نقشۂ معجزات وخصوصیات جو پیش کیا گیا ہے اُس میں دو معجزے حضرت ابراہیم کے اور دس خصوصیات۔ ۹ معجزے حضرت موسٰی کے اور آٹھ خصوصیات۔ پانچ معجزے حضرت عیسٰی کے اور دس خصوصیات پیش کیے گئے۔

ان کے بالمقابل معجزات وخصوصیات حضرت محمد مصطفٰےؐ ذیل کے نقشے میں درج کیے جاتے ہیں جو تعداد میں ان سب سے زیادہ ہیں۔

## معجزات وخصوصیات حضرت محمد مصطفٰےؐ از قرآن

| نمبر شمار | معجزات | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | خصوصیات | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | آپ کو اطلاع دی گئی کہ یہود پر ہمیشہ کے واسطے ذلت ومسکنت ڈال دی گئی ہے | ۱ | ۲ | ۷۱ | ۱ | اہل کتاب آپ کے آنے سے پہلے کافرین کے مقابلے میں آپ کے ذریعہ | ۱ | ۱ | ۷۹ |

| نمبر شمار | معجزات | پارہ | سورۃ | آیت | نمبر شمار | خصوصیات | پارہ | سورۃ | آیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ اسکی تصدیق کر رہی ہے | | | | | سے فتح و نصرت کی امیدیں کیا کرتے تھے۔ | | | |
| ۲ | آپ کو خبر دی گئی کہ عیسیٰ کے متبعین یعنی مسیحی اور مسلمان ، منکروں یعنی یہود پر ہمیشہ کیواسطے غالب قرار دیے گئے ہیں اسوقت سے آج تک کی تاریخ اسکی صحت کی گواہ ہے۔ | ۳ | ۳ | ۵۵ | ۲ | حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی کہ میری اولاد میں امت مسلمہ مقرر کی جائے اور اُن میں ایک رسول مبعوث ہو جو تعلیم کتاب و حکمت دے۔ | ۱ | ۱ | ۱۲۹ |
| ۳ | غیب کی خبریں آپ کو دی گئیں جن کا دنیاوی ذریعہ سے آپ کو اور آپ کی قوم کو کوئی علم نہ تھا | ۱۲ | ۱۱ | ۴۹ | ۳ | آپ اپنے مخالف (نصاریٰ) سے مباہلہ کے لیے نکلے اور انھیں شکست دی۔ | ۳ | ۳ | ۶۱ |
| ۴ | ایک رات میں آپ کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک سیر کرائی گئی | ۱۵ | ۱۷ | ۱ | ۴ | تمام اگلے نبیوں سے آپ کی نبوت کا میثاق لیا گیا | ۳ | ۳ | ۸۱ |
| ۵ | آپ کو خواب میں آئندہ ہونیوالی سلطنت بنی امیہ کی اطلاع دی گئی | ۱۵ | ۱۷ | ۶۰ | ۵ | ہزاروں فرشتوں کی فوج امداد کے لیے آئی۔ | ۴ | ۳ | ۱۲۴ |
| ۶ | سیکڑوں شاداب اور زرخیز بستیاں | ۲۰ | ۲۸ | ۵۸ و ۵۹ | ۶ | آپ تمام پیغمبروں پر گواہ کی | ۵ | ۴ | ۴۱ |

| نمبر | معجزات | پارہ | سورۃ | آیت | | خصوصیات | پارہ | سورۃ | آیت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | جنھیں دنیا والوں نے آباد | | | | | حیثیت رکھتے ہیں | | | |
| | کیا برباد ہوگئیں لیکن ایک بے آب | | | | ۷ | گنہگاروں کے لیے آپ کو شفیع | ۵ | ۴ | ۶۴ |
| | گیاہ سرزمین کے شہر مکہ کیلئے | | | | | قرار دیا۔ | | | |
| | وعدہ کر لیا گیا کہ ہم اسے اسلام | | | | ۸ | آپ عرصہ تک رسولوں کا | ۶ | ۵ | ۲۰ |
| | کا مرکز مستقل باقی رکھیں گے | | | | | سلسلہ بند رہنے ز زمانہ فترت | | | |
| | جہاں تمام ممالک کے رزق کھنچ | | | | | کے بعد تشریف لائے تھے | | | |
| | کر آتے رہیں گے یہ وعدہ دیکھ لو | | | | ۹ | آپکی کتاب گزشتہ کتابوں کے | ۶ | ۵ | ۴۹ |
| | ڈیڑھ ہزار برس گزرنے پر بھی کس | | | | | مضامین کی نگہبان ہے۔ | | | |
| | طرح پورا ہو رہا ہے۔ | | | | ۱۰ | آپ کا ذکر توریت و انجیل | ۹ | ۷ | ۱۵۷ |
| ۷ | اہل فارس روم پر غالب آئے | ۲۱ | ۳۰ | ۲ ۳ | | دونوں میں مندرج تھا۔ | | | |
| | مگر پیغمبر کی زبانی پیشین گوئی | | | | ۱۱ | آپ نے بہت سے سخت | ۹ | ۷ | ۱۵۷ |
| | ہوئی کہ چند سال میں اہل روم پھر | | | | | احکام کا بوجھ جو لوگوں کی | | | |
| | غالب آجائینگے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا | | | | | گردن پر تھا اور وہ پھندے | | | |
| ۸ | آپ کو فتح مکہ کی | ۲۶ | ۴۸ | | | جو اُن پر تھے ان سے ہٹا دیئے | | | |
| | پہلے سے خواب میں اطلاع | | | | ۱۲ | آپ کے کام کو خدا نے | ۹ | ۸ | ۱۷ |
| | دی گئی جس سے آپنے مسلمانوں | | | | | اپنا کام کہا | | | |

| [illegible] | معجزات | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | خصوصیات | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | کو آگاہ کر دیا اور پھر اُس کے | | | | ۱۳ | آپ کی اُمت دنیا میں نزول | ۹ | ۸ | ۳۳ |
| | مطابق ظاہر ہوا | | | | | عذاب سے بری قرار دی گئی | | | |
| ۹ | آپ افق اعلیٰ سے بڑھ کر دو | ۲۷ | ۵۳ | ۷ تا ۹ | ۱۴ | آپ کے دین کو تمام ادیان | ۱۰ | ۵ | ۳۳ |
| | کمان یا اس سے کم کے فاصلہ | | | | | پر غالب کرنے کا وعدہ ہوا | | | |
| | تک مرکز جلال سے ہو پہنچے | | | | ۱۵ | اللہ نے آپ کی مدد کی اور | ۱۰ | ۹ | ۴۰ |
| ۱۰ | چاند آپ کے لیے دو ٹکڑے ہوا | ۲۷ | ۵۴ | ۱ | | آپ پر سکون نازل فرمایا۔ | | | |
| ۱۱ | دو بیویوں نے آپس میں چپکے | ۲۸ | ۶۶ | ۳ | ۱۶ | اللہ آپ کو خفیہ باتوں کی | ۱۱ | ۹ | ۹۴ |
| | چپکے کچھ باتیں کیں خدا نے اس کی | | | | | اطلاع دیتا تھا | | | |
| | اطلاع پیغمبر کو دے دی اور | | | | ۱۷ | آپ تمام جہانوں پر مبعوث تھے | ۱۸ | ۲۵ | ۱ |
| | آپ نے اس کا اظہار فرما دیا۔ | | | | ۱۸ | آپ خاتم النبیین تھے | ۲۲ | ۳۳ | ۴۰ |
| ۱۲ | آپ نے اعلان کیا کہ اگر میں سچا | ۲۹ | ۶۹ | ۴۴ تا ۴۶ | ۱۹ | ازواج رسول سے بیوہ ہونے | ۲۲ | ۳۳ | ۵۳ |
| | رسول نہ ہوں تو میری گردن | | | | | کے بعد بھی کسی کو عقد جائز نہیں | | | |
| | تلوار سے قطع ہوگی باوجودیکہ | | | | ۲۰ | اللہ اور اُس کے ملائکہ رسول | ۲۲ | ۳۳ | ۵۶ |
| | آپ برابر لڑائیوں میں شریک رہے | | | | | پر درود بھیجتے ہیں۔ | | | |
| | اور خطروں کے اوقات میں ٹھہرے | | | | ۲۱ | جنات نے آپ سے قرآن کی | ۲۶ | ۴۶ | ۲۹ |
| | رہے اور دشمنوں میں چاروں طرف | | | | | آیات سنیں اور ایمان لائے | | | |

| نمبر شمار | معجزات | پارہ | سورۃ | آیت |
|---|---|---|---|---|
| | سے گھرے اور زخمی بھی ہوئے | | | |
| | ایسی تلوار سے شہید نہیں ہوئے | | | |
| | اور جو آپ نے اعلان کیا تھا | | | |
| | وہ پورا ہوا۔ | | | |
| ۱۳ | آپ غیب کی خبریں دیتے تھے | ۳۰ | ۸۲ | ۲۴ |
| ۱۴ | آپ کے فرزند زندہ نہ رہتے تھے | ۳۰ | ۱۰۸ | ۱ و ۳ |
| | اور آپ کے دشمنوں کی نسل کثرت سے موجود تھی مگر آپ کی زبانی پیشین گوئی کی گئی کہ آپ کی نسل دنیا میں کثرت سے رہے گی اور آپ کے دشمن مقطوع النسل ہو جائیں گے آج دونوں پیشین گوئیوں کی تصدیق دنیا کے سامنے ہے۔ | | | |

* * * *

*

| نمبر شمار | خصوصیات | پارہ | سورۃ | آیت |
|---|---|---|---|---|
| ۲۲ | آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے | ۹ | ۳۰ | ۱۰ |
| ۲۳ | آپ خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے بلکہ وحی کی بنا پر بات کرتے تھے | ۲۷ | ۵۲ | ۳ و ۴ |
| ۲۴ | آپ نے عالم ملکوت میں اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں | ۲۷ | ۵۲ | ۱۸ |
| ۲۵ | عیسیٰ آپ کی بشارت دینے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوئے تھے | ۲۸ | ۶۱ | ۶ |
| ۲۶ | آپ امیین کے گروہ میں بھیجے گئے | ۲۸ | ۶۲ | ۲ |
| ۲۷ | آپ مثل موسیٰ ہیں | ۲۹ | ۷۳ | ۱۵ |
| ۲۸ | آپ کا سینہ کشادہ کیا گیا | ۳۰ | ۹۴ | ۱ |
| ۲۹ | آپ کا ذکر بلند کیا گیا | ۳۰ | ۹۴ | ۴ |
| ۳۰ | آپ کی امت کو عبادت کے لیے ایک رات ایسی عطا ہوئی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے | ۳۰ | ۹۷ | ۳ |
| ۳۱ | آپ دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہوتے دیکھے | ۳۰ | ۱۱۰ | ۲ |

حقیقت میں ایک نبی خدا کی زندگی اپنے دور میں خود دنیا کے سامنے ہوتی ہے اور وہ خود اپنے فضائل کا مرقع ہوتی ہے - ایک نبی بلکہ کسی شخص کا یہ مستقل کام نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فضائل خود بیان کرتا رہے جبکہ اس کی تعلیم بھی یہ ہو کہ اپنی تعریفیں خود نہیں کرنا چاہئیں - ہاں بعد والے معلمین اپنے پیشرو کے فضائل و اوصاف منکر یا ناواقف افراد کو سمجھانے اور بتلانے کے لیے بیان کرتے ہیں - اس بنا پر موازنہ کا یہ اصول ہی بالکل غلط ہے کہ عیسٰی کے فضائل جو حضرت ختمی مرتبت نے قرآنی کلام کے ذریعہ بیان فرمائے ان کا مقابلہ کیا جائے حضرت کے ان فضائل و اوصاف سے جو آپ نے خود اپنے لیے بضرورت کبھی کبھی بیان فرما دیے ہیں بلکہ صحیح موازنہ کا طریقہ یہ ہے کہ عیسٰی کے اوصاف جو قرآن میں درج ہیں ان کا موازنہ کیا جائے حضرت ختمی مرتبت کے ان اوصاف سے جو آپ کے بعد کے رہنمایان دین نے آپ کے بارے میں ذکر فرمائے ہیں۔ یہ خیال کرنا کہ احادیث کی سند کے اعتبار سے وقعت نہیں اس لیے غلط ہے کہ چاہے قرآن کے مقابلہ میں احادیث کی سند کمزور ہو مگر یہ دعوے کے ساتھ بانگ دہل کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے احادیث کا درجہ سند و اعتبار کے لحاظ سے اس سے کم نہیں ہے جتنا کہ عیسٰی کی انجیل کا درجہ ہو سکتا ہے

ص ۲۹

پھر جبکہ انجیل کو اس کی سندی حیثیت کے ساتھ معترض باقی اور وہی سمجھتا ہے [illegible] تو احادیث کے وقعت و اعتبار میں بھی کیا شک ہو سکتا ہے۔

گزشتہ نقشہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات جو قرآن کریم میں مندرج ہیں وہ تمام انبیاء سے زیادہ ہیں اور آپ کے معجزات بھی قرآن کے اندر جو موجود ہیں وہ کسی دوسرے نبی سے کم نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض نوعیت کے اعتبار سے پہلے کے انبیا کے معجزات سے بالاتر ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کی غیبی خبریں (جو کچھ لوگ کھاتے تھے اور جو کچھ رکھ چھوڑتے تھے اُسے بتلا دیتے تھے) اُن کی تصدیق کی ہمارے لیے کوئی صورت نہیں ہے مگر حضرت رسول کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق خود ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس لیے یہ معجزہ بھی ہمارے لیے تر و تازہ باقی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی جتنی کارگزاریاں تھیں وہ زمین ہی کے اشیاء سے مخصوص تھیں جیسے اجسام انسانی کو صحیح کرنا یا طائروں کے مجسموں کو طائر بنا کے اُڑا دینا لیکن آپ کی کارگزاری (ماہتاب کو دو ٹکڑے کرنا) عالم بالا یعنی آسمان سے متعلق تھی جس کے متعلق مسلمہ یہ تھا کہ ساحروں کا سحر وہاں اثر نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ جو خصوصیات آنحضرت میں ہیں وہ قرآن کی رو سے ابراہیم، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ کسی میں پائے نہیں جاتے اور اُن کے سے نہیں بلکہ اُن سے بالاتر معجزات آنحضرت کے لیے پائے جاتے ہیں علاوہ اس قرآن کے جو خود ہی بجائے خود کافی نشانی ہے اور متعدد قسم کے معجزات کا اکیلا حامل ہے۔

# سوال (۱۱)

## (معجزات)

قرآن میں ابراہیم، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ کے معجزات کے لیے بیّن آیات ہیں۔ "عقل اور مذہب" میں اثبات معجزہ میں جو ۲۸ آیتیں پیش کی گئی ہیں اُن میں کوئی عملی معجزہ مذکور نہیں ہے۔

ان آیتوں میں بجز نصیحت، موعظہ ہدایت کے کوئی غیر معمولی عملی معجزہ دکھایا نہیں گیا ہے۔

قرآن میں آیات و بیّنات کی لفظ سو سے زائد مقام پر آئی ہے جس کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک آیات قرآنی۔ دوسرے معجزے یا نشانی۔ معجزات کی نفی میں جو چودہ آیتیں ہیں وہ عملی معجزات ہیں اور اس میں تمام مترجموں نے آیات کا ترجمہ معجزہ کیا ہے۔

امامیہ مشن نے جو اُس کی ودنی ۲۸ آیتیں پیش کی ہیں وہ محض ہدایتیں۔ تعلیمیں۔ سورے اور آیتیں ہیں۔ آج تک کسی فرقے کے مترجم نے ان ۲۸ آیتوں میں آیات و بیّنات کا ترجمہ معجزہ نہیں کیا ہے بلکہ آیات قرآنی ترجمہ کیا ہے مگر امامیہ مشن نے نہ موقع دیکھا نہ محل۔ نہ صبح دیکھی نہ شام۔ تمام آیتوں میں آیات کا ترجمہ معجزہ کر ڈالا۔ خود معجزات کے دلدادہ یا فدائی مولوی فرمان علی

نے ان آیات کا ترجمہ معجزہ نہیں کیا ہے۔

دیگر انبیاء کے معجزات کلام ربانی کی بین آیتوں نے ہم کو بتلائے ہیں اور آنحضرت کے معجزات انسانوں کی زبانی روایتوں نے آپ تک پہونچائے ہیں۔ نفی معجزہ والی آیات میں کوئی کا لفظ ہے جس سے ظاہر ہے کہ کوئی معجزہ تھا ہی نہیں۔ دکھایا کیا جاتا۔

قرآن خدا کا کلام ہونے سے اگر معجزہ ہے تو انزل من قبلک بھی سب معجزہ ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجزہ ہے تو خدا کا کوئی کلام فصاحت و بلاغت سے خالی نہیں مانا جا سکتا سب معجزہ ہیں۔

قرآن دائم و قائم معجزہ ہے تو انزل من قبلک بھی دائم و قائم ہیں اُن کو اسی طرح ماننے کا حکم ہے جس طرح قرآن کو وہ کسی آیت سے منسوخ بھی نہیں ہے۔ دائم و قائم ہیں بلکہ مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں ان کے ماننے والے صحن عالم میں چل پھر رہے ہیں۔

ان چودہ آیتوں کے علاوہ ایک معجزہ شکن آیت اور ملاحظہ ہو

پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۳۶

"اگر چہ ان لوگوں کی روگردانی تم پر ضرور شاق ہے تمہارا بس چلے تو زمین کے اندر کوئی سرنگ ڈھونڈھ نکالو یا آسمان پر سیڑھی لگاؤ اور کوئی معجزہ لا دکھاؤ۔ اگر خدا چاہتا تو ان سب کو راہ راست پر اکٹھا

کر دیا تم ہرگز جاہلوں میں نہ ہونا"

امامیہ مشن کے نزدیک یہ بینات آیات بینات اگر معجزہ کی نفی نہیں ہیں تو قرآن سے کوئی معجزہ آنحضرت کے نامزد دکھا دے۔

اقتربت الساعۃ وانشق القمر قریب آگئی ساعت اور شق القمر

امامیہ مشن کا ارشاد ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہوا کہ قریب آگئی ساعت، اور شق ہوا قمر۔

اردو زبان میں آپ اس مرکب اسم کو تجزیہ اس طرح لکھ رہے ہیں جس طرح کہ میں نے لکھا ہے "شق القمر" اسی طرح کا معجزہ ہے جس کا مطلب یہ نکلا کہ قمر شق ہونا اسی طرح کا معجزہ ہے نہ کہ شق ہوا قمر اس طرح کا معجزہ قمر شق ہونے کے واقعہ کی صحت پر میں نے تمام جھگڑوں سے ہٹ کر تجزیہ وہی لفظ استعمال کیا ہے جو قرآن میں ہے۔

مانا کہ شق ہوا قمر۔ ہوا ہوگا۔ کارخانۂ قدرت میں سب ہی کچھ ہوا کرتا ہے مگر قرآن میں یہ کہاں ہے کہ شق القمر آپ نے دکھایا یہ وقتی معجزہ آپ کو عطا ہوا جیسے ابراہیم، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ کو معجزات کے ساتھ قرآن دکھا رہا ہے

رسوم و قیود کے صفحہ ۱۲ میں امامیہ مشن کا قول ہے کہ ہمارے عام نظام میں ممکن اور غیر ممکن کے معنی ممکن عادی اور عادۃً غیر ممکن کے ہیں اور خود تبصرہ کے صفحہ ۱۰۸ میں طویل العمروں کی طولانی فہرست پیش کی ہے جن میں

قصوں سے لی ہے اور ان قصوں کا نام تاریخ بتایا ہے۔ وہ مذہبی قصے
ہرگز تاریخ نہیں کہے جا سکتے جس میں مورخ اپنے عقیدت مندی سے
غیر ممکن کو ممکن عادی بنائے جو چیز خود یا اس کی تشبیہ تجربہ انسانی
میں نہ آسکے وہ ممکن عادی ہرگز نہیں ہے۔ صحیح مان لیا صرف اعتقاد ہے۔
جو چیز انسانی مشاہدہ کے حدود میں ہے وہ ممکن ہے اور قرین عقل مانی جائیگی
اور جو چیز مشاہدۂ انسانی سے باہر ہے وہ غیر ممکن عقلیہ کہلائیگی۔ آیت تجربہ جو قیامت
یہ سب افسانے مشاہدے تمام صحیح ہیں ورنہ عقیدت مندان مذہب
کا واہمہ ہے۔

## (الجواب)

ابراہیم، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ کے معجزات بین آیتوں میں
ہیں اور رسول اللہ کے معجزات بین آیتوں میں نہیں۔
اس بین اور غیر بین کا معیار کیا ہے:
سرسید احمد صاحب سے پوچھیے تو وہ موسیٰ کے معجزہ [illegible]
کی آیت کو غیر بین کہیں گے اس بنا پر کہ اس سے دریا کا جزر و مد [illegible]
کوئی خاص معجزہ نہیں۔ نیاز صاحب فتحپوری سے دریافت کیجئے تو وہ حضرت
عیسیٰ کے معجزات والی آیتوں کو غیر بین قرار دیں گے اس بنا پر کہ مردے

جبر نے سے م ب گمراہوں کا ہدایت کرنا اندھے، کوڑھی، جذامی،
اچھا کرنے کا مطلب ہے علاج روحانی ہے امراض کے مبتلا کافروں کو اور
گنہگاروں کو شفا دینا اور مٹی کے کھلونوں میں جان ڈالنے سے مراد ہے
خاکی نژاد انسانوں میں روح ہدایت پھونک کر ہوائے معرفت میں
پرواز کرانا۔

اگر یہ آیتیں ان حضرات کی مذکورہ تاویلوں کے بعد انبیاء کے
معجزات کے لیے "بین" رہتی ہیں تو حضرت رسول کے معجزات کی ثابت
کرنے والی آیتیں کسی منکر کے انکار کی وجہ سے "بین" ہونے سے خارج
نہیں ہو جائیں گی جبکہ ان سب میں "آیات" یا "بینات" ہی کی لفظ
ہے جس سے مراد اور مقامات پر معجزات لیے جاتے ہیں پھر ان میں "غیر علمی"
کی قید کہاں ہے جو یہ کہا جائے کہ ان میں کوئی علمی معجزہ مذکور نہیں ہے۔

الفاظ آیت جبکہ دونوں جگہ یکساں ہیں نفی والے آیات میں بھی
"بینات" یا "آیات" کی لفظ ہے۔ اور ثبوت والی آیتوں میں بھی
"آیات" اور "بینات" کی لفظ ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہاں اس کے
معنی ہیں "معجزات" یا نشانیاں اور یہاں اس کے معنی ہیں صرف "آیات قرآن"
یہ کہنا کہ مترجموں نے وہاں آیات کا ترجمہ معجزہ کیا ہے اور یہاں
ترجمہ معجزہ نہیں کیا ہے، قرآن کو چھوڑ کے صرف مترجموں کے ترجموں پ

دارو مدار قرار دیتا ہے۔ مگر جو شخص قرآن کے مقابلہ میں احادیث کو کس لیے نہیں ماننا چاہتا کہ وہ جائز الخطا راویوں کے بیانات ہیں وہ مترجموں کے ترجموں کو اصل قرآن کا درجہ دینا چاہتا ہے جبکہ قرآن کے مترجم بھی غیر جائز الخطا نہیں ہیں اور جس طرح بقول معترض احادیث نے باہمی اختلاف کی وجہ سے اپنی وقعت کھو دی ہے" اسی طرح مترجموں نے بھی باہمی اختلافات کی وجہ سے اپنی وقعت باقی نہیں رکھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ وہاں مترجموں نے آیات کا ترجمہ معجزہ یا نشانی کیا ہے اور یہاں آج تک کسی فرقہ کے مترجم نے آیات و بینات کا ترجمہ معجزہ یا نشانی نہیں کیا ہے بلکہ آیات قرآنی ترجمہ کیا ہے۔

اور ترجمے نہیں تو مولانا فرمان علی صاحب کا ترجمہ دیکھیے جن کا آپ نے خصوصیت سے نام لیا ہے۔

اٹھائیس (۲۸) آیتوں میں سے حسب ذیل آیات بھی ہیں جن میں آیات کا ترجمہ انھوں نے بھی معجزہ یا نشانی کے ساتھ کیا ہے۔ آیات قرآنی کے ساتھ نہیں کیا ہے۔

(پہلی آیت)

"اے رسول ہم نے تم پر ایسی نشانیاں نازل کی ہیں جو واضح اور روشن ہیں اور ایسے نافرمانوں کے سوا اُن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا (پ سورہ بقرہ)

(دوسری آیت)

"جو (شخص) نہیں کچھ نہیں جانتے کہتے ہیں کہ خدا ہم سے (خود) کلام کیوں نہیں کرتا۔ یا ہمارے پاس (خود) کوئی نشانی کیوں نہیں آتی، اسی طرح انہیں کی سی باتیں وہ لوگ کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے۔ ان سب کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں جو لوگ یقین رکھتے ہیں اُن کو تو اپنی نشانیاں صاف طور پر دکھا چکے (پ بقرہ آیت ۱۱۸)

(تیسری آیت)

"بھلا خدا ایسے لوگوں کی کیونکر ہدایت کرے گا جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے حالانکہ وہ اقرار کر چکے تھے کہ پیغمبر (آخر الزمان) برحق ہیں اور اُن کے پاس واضح اور روشن معجزے بھی آ چکے تھے اور خدا ایسے ہٹ دھری کرنے والے لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

(پ آل عمران آیت ۸۶)

(چوتھی آیت)

"اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی (نبی کی تصدیق کے لیے) آتی ہے تو کہتے ہیں جب تک ہم کو خود ویسی چیز (وحی وغیرہ) نہ دی جائے گی جو پیغمبران خدا کو دی گئی ہے اس وقت تک تو ہم ایمان نہ لائیں گے اللہ خوب جانتا ہے جس میں اپنی پیغمبری قرار دیتا ہے اُسکی (قابلیت وصلاحیت)

کو خوب جانتا ہے (پ ۸ انعام آیت ۱۲۵)

(پانچویں آیت)

"جو لوگ اپنے پروردگار کی دہشت سے لرزرہے ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں" (پ ۱۸ مومنون آیت ۵۷ و ۵۸)

(چھٹی آیت)

تم کہدو کہ الحمدللہ وہ عنقریب تمھیں اپنی نشانیاں دکھادے گا اور تم انھیں پہچان لوگے۔" (پ ۲۰ نمل آیت ۹۳)

(ساتویں آیت)

"جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا ہوا جادو" (پ ۲۳ صافات آیت ۱۴ و ۱۵)

(آٹھویں آیت)

"اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم خدا کی کن کن نشانیوں کو نہ مانوگے" (پ ۲۴ مومن آیت ۸۱)

(نویں آیت)

"مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور جو کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جن کا نام احمد ہوگا اور میرے بعد آئیں گے ان کی

خوشخبری سناتا ہوں تو جب وہ پیغمبر (احمد) اُن کے پاس واضح و روشن معجزے لے کر آیا تو کہنے لگے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے"۔ (پ ۲۸ صف آیت ۶)

(دسویں آیت)

"اور اہل کتاب متفرق بھی ہوئے تو جب کہ اُن کے پاس کھلی ہوئی دلیل آچکی" (پ ۳۰ بینہ آیت ۴)

اوپر کے تمام ترجمے مولانا فرمان علی صاحب مرحوم کے ہیں اور آپ نے دیکھا کہ ان میں کہیں بھی آیات کا ترجمہ "آیات قرآنی" نہیں ہوا بلکہ معجزہ یا نشانی اور صرف آخری آیت میں دلیل کے ساتھ ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ آج تک کسی فرقہ کے مترجم نے ان ۲۸ آیتوں میں آیات و بینات کا ترجمہ معجزہ نہیں کیا ہے بلکہ آیات قرآنی کیا ہے"

پھر جبکہ آیات کے معنی اتنی جگہ وہ نشانیاں اور معجزہ لکھ چکے ہیں تو اگر بعض جگہ انھوں نے ترجمہ میں بھی آیات ہی کی لفظ لکھدی تو اس سے یہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ وہاں اُن کی مراد نشانیاں یا معجزے نہیں ہے

مذکورہ آیات اور اُن خصوصی معجزات پر جن کا تذکرہ آیات قرآنی کے حوالہ کے ساتھ نقشہ خصوصیات معجزات میں ہو چکا ہے نظر ڈالنے سے ثابت ہو جاتا

کہ جس طرح دیگر انبیاء کے معجزات کلام ربانی کی تین آیتوں نے ہم کو بتائے ہیں اُسی طرح آنحضرت کے معجزات بھی کلام ربانی کی تین آیتوں نے ہی بتلائے ہیں بے شک کلام ربانی کو افسانہ کہنے والے زمانۂ نزول وحی میں بھی بہت سے ہے اور اب بھی پائے جا سکتے ہیں اُن کے نزدیک وہ بھی افسانہ ہوں گے اور یہ بھی افسانہ۔

جبکہ آیات مذکورہ سے بطور اجمال اور متعدد آیات (مندرجہ نقشہ) سے بطور تفصیل معجزات کا ثبوت ہو گیا تو اب جن آیات میں معجزہ کے پیش کرنے سے انکار کیا گیا ہے وہ خصوصی اور فرمائشی ہی معجزات ہو سکتے ہیں اور ان ہی کو کہا گیا ہے کہ کوئی معجزہ اب ان کے سامنے پیش نہ کیا جائے گا اس بناء پر کہ اتنے معجزات پیش ہوئے اور بعض اب بھی سامنے موجود ہیں مگر یہ لوگ ان کو تسلیم نہیں کرتے تو اب کوئی معجزہ ان کے سامنے پیش کیے جانے سے کیا فائدہ ہے؟

حضرت عیسٰی کے معجزات تو بقول معترض انجیل میں اکثر ہیں مگر اس کے باوجود جب عیسٰی سے معجزہ طلب کیا گیا تو انجیل بتلاتی ہے کہ عیسٰی نے اسی "کوئی" کی لفظ کے ساتھ انکار کیا۔

ملاحظہ ہو انجیل متی ب ۲ فقرہ ۳۸ تا ۴۰

"بعض فقیہوں اور فریسیوں نے اس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان

دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دے کر اُن سے کہا کہ اس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابنِ آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"

پھر ب ۱۶ فقرہ ۱ تا ۴

"فریسیوں اور صدوقیوں نے پاس آکر آزمانے کے لیے اس سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی آسمانی نشان دکھا۔ اس نے جواب میں اُن سے کہا کہ شام کو تم کہتے ہو کہ کھلا رہے گا کیونکہ آسمان لال ہے اور صبح کو یہ کہ آج آندھی چلے گی کیونکہ آسمان لال اور دھندلا ہے۔ تم آسمان کی صورت میں تو تمیز کرنی جانتے ہو مگر زمانوں کی علامتوں میں تمیز نہیں کر سکتے؟ اس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس کے نشان کے سوا کوئی اور نشان انکو نہ دیا جائیگا اور وہ انھیں چھوڑ کے چلا گیا"

انجیل مرقس ب ۸ فقرہ ۱۱ و ۱۲

"پھر فریسی نکل کر اُس سے بحث کرنے لگے اور اُسے آزمانے کے لیے اُس سے کوئی آسمانی نشان طلب کیا۔ اُس نے اپنی روح میں آہ کھینچ کر کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا"

انجیل لوقا باب ۱۱ فقرہ ۲۹

"جب بڑی بھیڑ جمع ہوتی جاتی تھی تو وہ کہنے لگا کہ اس زمانے کے لوگ برے ہیں وہ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُنکو نہ دیا جائیگا"

پھر جس طرح عیسیٰ کا "کوئی" کی لفظ کے ساتھ نشانی کا انکار کرنا مختلف موقعوں پر اُن کی معجز نمائی کے خلاف نہیں ہے۔ اُسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ کا آزمائش کرنے والوں کے جواب میں یہ کہنا کہ "کوئی معجزہ ان کو نہ دکھایا جائے گا" اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ آپ کے لیے بجائے خود معجزات پائے ہی نہ جاتے تھے

پھر جس طرح حضرت نے بار بار یہ فرمایا ہے کہ میں خود کچھ تھوڑی کرسکتا ہوں۔ جو کچھ کرتا ہے وہ خدا کرتا ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ کا قول تھا۔

ملاحظہ ہو انجیل یوحنا باب ۵ فقرہ ۳۰

"میں اپنے آپ کچھ نہیں کرسکتا۔"

فقرہ ۳۲ "اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں۔ ایک اور ہے جو میری گواہی دیتا ہے"

معلوم ہوا کہ ہٹ دھرمی کرنے والوں کے جواب میں انبیائے خدا کو یہی کہنا ہی پڑتا تھا جو قرآن مجید کے آیات میں پیغمبر خدا کی زبانی الفاظ مذکور ہیں اُن سے یہ کسی طرح نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ کا دعوائے رسالت بینات اور معجزات سے خالی تھا۔ یہ علاوہ اس قرآن کے ہے جو خود ہزاروں معجزوں پر مشتمل ایک

معجزہ ہے۔ خدا کا کلام ہر ایک ضروری نہیں کہ دلیل نبوت بنا کر بطور اعجاز
نازل کیا جائے۔

یہ کہنا کہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجزہ ہے تو خدا کا کوئی کلام
فصاحت و بلاغت سے خالی نہیں مانا جا سکتا سب معجزہ ہیں۔ ایسا ہے کہ جیسے
یوسف کے غیر معمولی حسن کو سن کے کوئی کہے کہ سب آدمی خدا کے بنائے ہوئے
ہیں خدا کا کوئی مخلوق حسن سے خالی نہیں مانا جا سکتا۔ اس لیے سب حسین ہیں۔
یا لحن داؤدی کا حال سن کر کوئی کہے کہ سب گلے خدا کے پیدا کردہ اور آوازیں
اسی کی مخلوق ہیں اس لیے سب ہی دلکش ہیں یا حضرت علی کی شجاعت کو سنکر
کوئی کہے کہ سب بندے اللہ کے ہیں اور اللہ کا کوئی بندہ شجاعت سے
خالی نہیں ہو سکتا اس لیے سب ہی ویسے شجاع ہیں لیکن اگر سب صورتیں خدا
کی بنائی ہوئی ہیں پھر بھی یوسف کا حسن غیر معمولی ہو سکتا ہے سب آوازیں
اللہ کی مخلوق ہیں پھر بھی لحن داؤدی کو امتیاز ہو سکتا ہے سب بندے اللہ کے ہیں
پھر بھی حضرت علی کی شجاعت خاص خصوصیت کی حامل ہو سکتی ہے تو خدا کا ہر کلام
فصیح و بلیغ ہو گا مگر قرآن درجۂ فصاحت میں حد اعجاز پر ہو سکتا ہے اور ہے۔

دائم و قائم ہونے کی ضرورت اُس کتاب میں ہی ہے جس پر اس امت کو عمل کرنا ہو۔ وہ
قرآن ہے۔ گزشتہ کتابوں پر صرف ایمان ضروری ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل
ہوئی تھیں۔ اس ایمان کے لیے فعلاً موجود ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسلیئے دائم و قائم

ہونا بھی نہیں ثابت بلکہ قرآن کریم سے گزشتہ کتابوں کا محرف ہونا ثابت ہی۔

یہ بھی غلط ہی کہ مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں ان کے ماننے والے صحن عالم میں چل پھر رہے ہیں۔ مذاہب عالم کی مردم شماری بتلاتی ہی کہ اس وقت قرآن کو عملی طور پر ماننے والوں سے زیادہ کسی کتاب کو واجب العمل سمجھنے والے روئے دنیا پر موجود نہیں ہیں

جس آیت کو معجزہ شکن بتلایا جا رہا ہی اس سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول کی ذاتی طاقت یا خواہش سے معجزہ کا تعلق نہیں ہے بلکہ خدا کی قوت قاہرہ سے ہے۔ اس کا کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ مگر دوسری ۲۸ بلکہ نقشۂ معجزات کی آیتیں ملا کر ۴۲ آیتوں سے یہ ثابت ہی کہ اللہ سبحانہٗ نے رسول کو آیات دبینات دے کر مبعوث فرمایا تھا۔ یہ تمام آیتیں معجزہ کے لیے کفر شکن ہیں اگر انسان انصاف سے کام لے اور ایمان اختیار کرنا چاہتا ہو۔

اقتربت الساعۃ کے ساتھ وانشق القمر کی لفظ کسی قرآن میں نہیں ہے (شق القمر) مرکب اسم قرآن میں کہیں موجود نہیں تا کہ اردو کے ترجمہ میں اسے بجنسہ رکھ کر یہ مطلب نکالا جائے کہ قیامت قریب آگئی اور قمر شق ہوا شین قاف زبر شق اور قاف لام پیش قُل کے ہجے کے ساتھ شق القمر مضاف مضاف الیہ ہے جس کے معنی ہیں قمر شق ہونا اور قرآن میں ہے الف ن زیر اِن شین قاف زبر شق اِنشَقّ اور قاف لام زبر قَل اس ہجے کے ساتھ انشق القمر یہ فعل فاعل کی ترکیب ہے جس کے معنی ہوئے "قمر شق ہوا"

اتنی سی عربی دانی کے بغیر بھی قرآن فہمی کا دعویٰ کیا مضحکہ خیز نہیں ہے؟

جب یہ مان لیا گیا کہ شق ہوا قمر تو پیغمبر کے سوا کس کے لیے ہوا؟ کیا کوئی اور روایت بھی اس بارے میں ہے؟ پیغمبر کی زبانی کافروں کے سامنے مقام استدلال میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کو "آیت" یعنی معجزہ بتلایا جا رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس آیت کے باوجود بھی یہ روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زبردست جادو ہے مگر معترض کی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شق القمر آپ نے دکھایا۔ انگشت مبارک کے اشارے سے ہوا ہو یا کسی اور ترکیب سے بہرحال آپ کے لیے شق القمر ہونا معجزہ ہے اور اس سے بالاتر کہ جیسے ابراہیم، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ کو معجزات عطا ہوئے تھے۔

"رسوم و قیود" میں کہا گیا ہے کہ "ہمارے عام نظام زندگی میں" مگر یوں کہتا ہے کہ معجزات انبیاء کا تعلق عام نظام زندگی سے ہوتا ہے۔ وہ عام نظام سے مستثنیٰ خصوصی چیزیں ہوتی ہیں جب ہی تو دلیل نبوت بنتی ہیں۔

مشاہدوں سے مراد اگر خاص ہمارا مشاہدہ ہے تو یقیناً لاکھوں حقیقتیں ہیں جو ثابت ہیں مگر ہمارے مشاہدہ سے باہر ہیں اور اگر کسی دور کے انسانوں کا مشاہدہ تو معجزات بھی اسکے اندر داخل ہیں۔ جس وقت واقع ہوئے اُس وقت کے انسانوں نے مشاہدہ کیا آج والوں نے نہیں دیکھا نہ سہی۔

اس کے علاوہ اگر اصول یہ ہے تو سب ہی انبیاء کے معجزے افسانہ ہیں۔ پھر موسیٰ و عیسیٰ کے معجزات پیش نظر رکھ کر مخصوص خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کے معجزات کا انکار کیا ہو رہا ہے

# سوال (۱۲)

## (آیۂ مودت)

قل لا اسئالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

کہدو نہیں چاہتا اس پر صلہ لیکن محبت اپنے اقربا میں۔

قرآن کے شیعی ترجموں میں اس آیت کے معنی یوں بتائے جاتے ہیں کہدو میں (تبلیغ رسالت کا) اپنے قرابتداروں (اہلبیت) کی محبت کے سوا کوئی صلہ نہیں مانگتا۔

مگر قرآن کے لفظی معنی خصوصاً لفظ (فی) سے واضح ہے کہ اپنے عزیزوں (میں) محبت رکھو یعنی قرآن میں خدا رسول سے فرماتا ہے کہ مومنین اور صالحین سے کہدو کہ ان بے شمار نعمتوں کا صلہ نہیں مانگتا مگر باہم اقربا میں محبت۔

شیعی حضرات رسول کو خود غرضی سے متہم کرتے ہیں اور لفظی معنی خود غرضی سے بچے ہوئے نہایت بلند اور تمام اہل ایمان کے لیے قابل عمل اور بہترین ہدایت ہیں جس کی تائید میں آیت ۹۱ سورۂ انعام پ ملاحظہ ہو یہ سارے جہان کیلئے نصیحت ہے پھر رسول کی رسالت کا تو کوئی اجر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ رسالت ان کا منصبی فرض ہے جس کا بجالانا اُن پر واجب ہے۔

## (الجواب)

"باہم" کے لیے عربی میں "بین" کا لفظ آتا ہے۔ فی کا لفظ نہیں آتی

فی القربیٰ کے معنی ہیں وہ محبت جو قرابت کے بارے میں ہو۔ اب یہ قرابت کس کی؟ رسول کی یا خود اُن لوگوں کی۔ اس سے سمجھ لیجیے کہ ہر ایک شخص کے قرابتداروں کا مومن و صالح ہونا ضروری نہیں اور درصورتیکہ وہ مومن و صالح نہ ہوں اُن سے عملی طور پر قطع محبت ضروری ہے چہ جائیکہ اُن کی محبت اجر رسالت ہو۔

خود پیغمبر پر ایمان اگر سب لے آتے تو آپ کی ذات کا کیا فائدہ تھا جو آپ کے اہلبیت سے محبت کرنے سے آپ کا کوئی فائدہ ہوگا۔

اُس سے بھی مقصد خلق خدا کی ہدایت تھا اور اس سے بھی مقصد یہی اس لیے کہ قرابتداروں سے مراد وہی ہستیاں ہیں جو پیغمبر کے بعد صحیح تعلیمات اسلامی کا حقیقی مجسمہ تھیں۔ ان کی محبت اور پیروی خلق خدا کے لیے سرمایۂ ہدایت تھی اس لیے آیت ۹۱ سورۂ انعام بھی اسی کی مویدہے۔ رسول کی رسالت کا اجر اگر اپنے قرابتداروں کی محبت قرار پا سکتی ہے تو رسول کے قرابتداروں کی محبت بھی ہو سکتی ہے حقیقت میں "اجر" کے نام سے ایک فرض کی تکمیل کرانا ہے۔ اجر ہی سمجھ کے اگر اُمت اس کو انجام دے دے تو پیغمبر کی محنت سوارت ہو جائے

## سوال (۱۳)

## اولی الامر

ہم اپنی تمام عمر سنتے آئے ہیں کہ اولی الامر سے مراد ہمارے ائمہ ہیں۔ مگر

قرآن سے واضح ہوا کہ یہ لفظ اماموں سے منسوب کرنا مناسب نہیں ہے ان کی شایان شان نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ شرط ہے کہ صاحبان حکومت جو تم میں سے ہوں، اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو خدا و رسول کے حکم کی طرف پھرو اگر ایمان ہے خدا اور آخرت پر اسی میں خیر ہے۔

ایسے صاحبان حکومت جن سے بحالت اختلاف یا تنازعہ روگردانی کا حکم ہے ہمارے ائمہ ہرگز نہیں ہوسکتے۔ یہ تو حکام غیر مذہب یا عمال بد اعمال ہی ہوسکتے ہیں

(الجواب)

صاحبان حکومت میں اختلاف کا کوئی تذکرہ نہیں، نہ اُن سے روگردانی کا حکم ہے بلکہ اولی الامر کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے لیکن اگر اولوالامر کی تعیین ہی میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے اسکے لیے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کو واجب کیا گیا ہے اسمیں نہ کوئی شان ائمہ کے لیے نامناسب بات ہے نہ غیر شایان

## سوال (۱۴)

## (اہلبیت)

یہ لفظ مذکر ہے جس کے معنی ہیں گھر کے لوگ۔ اہل خانہ جو بالعموم زوجہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ہمارے علماء لفظ اہلبیت کو تطہیر کی لالچ سے علی و فاطمہ و حسنین کیلئے مختص فرماتے ہیں اور اُس کا نام آیۂ تطہیر رکھا ہے۔ گھروں میں ٹکی بیٹھی رہو بناؤ سنگار

مذکر کی ضمیر اور یہ الفاظ امر و نہی علی و حسنین کے لیے ہرگز زیبا نہیں ہیں
اس آیت کے اول و آخر آیتوں میں ۲۸ تا ۳۴ صاف صاف ان حضرت
کے ازواج ہی کے لیے بدنما چلن پر تنبیہ ہے جو فاطمہ کے لیے موزوں نہیں ہے
فاطمہ اور حسنین اگر اہلبیت ہیں تو علی کے ہیں اور آل رسول ہیں آنحضرت
کے اہلبیت تو ان کے ازواج ہی ہوسکتے ہیں۔

## الجواب

عربی زبان کو اُردو پر قیاس کرنا کوتاہ نظری ہے اہل البیت عربی
میں زوجہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔

خود معترض نے اپنی پہلی کتاب "آئینہ حقیقت" میں لکھا ہے کہ قرآن
کی ترتیب میں بنی امیہ کا سلیقہ نمایاں ہے۔ ہم نے بھی "عقل و مذہب" میں
ترتیب کو خلاف تنزیل تسلیم کیا ہے۔ پھر جبکہ یہ بات متفقہ طور پر طے
پا گئی تو یہاں پر آیت کے اول و آخر حصوں کو ایک کڑی میں منسلک کرکے
کیوں طبع آزمائی کی جاتی ہے

بیت کے معنی "گھر" بھی ہیں اور "گھرانا" بھی۔ گھرانا ہمیشہ مرد کے
خاندان ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ فاطمہ اور حسنین اہلبیت علی ہیں اور
یہ حضرات تمام مع حضرت علی اہلبیت رسول بھی ہیں۔

ازواج تو دوسرے گھرانوں کی تھیں وہ خاندان رسول کا جزو

نہیں سمجھی جا سکتیں۔

## سوال (۱۵)

### (شرک)

یدعون من دون اللہ خدا کے سوا فریادرس سفارشی۔ سرپرست بنانے کی قرآن میں ۲۲ جگہ ممانعت ہے۔ شیعہ اپنے ائمہ طاہرین کو امام مانتے ہیں مانیں مگر فریادرس، حاجت روا، مجیب الدعوات بنانا شرک ہے۔

اس کے علاوہ سفارش سے معافی دنیا، یا جزا، سزا میں کمی بیشی کرنا عدل خداوندی سے بھی بعید ہے۔ حکام زمانہ بھی سفارش پر فیصلہ کرتے ہیں تو بدنام ہو جاتے ہیں۔

یادگاروں کے روبرو مصیبت کے موقع پر اظہار مدعا میں وہ مقدس ذاتیں پکاری جاتی ہیں جو شرک کے مٹانے میں اپنی ہستیاں تک مٹا چکے ہیں ندا کے الفاظ، ادا کے انداز بتاتے ہیں کہ قادر، حاضر، سمیع و بصیر ہونے کی قوت اُن میں مان رکھی ہے۔

### (الجواب)

یدعون من دون اللہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ معبود مان کر کسی دوسرے سے دعا کرنا جیسے بت پرست بتوں سے التجا کرتے ہیں

لیکن جس طور سے خدائے تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ مرض کے دفعیہ کے لیے دوا تلاش کی جاتی ہے۔ راستہ طے کرنے کے لیے سواری ڈھونڈھی جاتی ہے پیاس بجھنے کے لیے پانی کی جستجو ہوتی ہے۔ فاقہ میں زندگی کے بچانے کو غذا طلب کی جاتی ہے۔ کوئی گرنے لگتا ہے پکارتا ہے کہ مجھے سنبھالو۔ قدم پھسلتا ہے تو کہتا ہے میرا ہاتھ تھام لو۔ عدالت میں مقدمہ ہے تو وکیل کی پیروی، حاکم سے استغاثہ، حاکم اعلیٰ سے اپیل۔ جان بخشی کے لیے بادشاہ سے درخواست ترحم ملک اپنے روزمرہ کے ضروریات زندگی میں بیوی بچوں بلکہ نوکروں تک سے استمداد اس سب میں یہ قانون جاری ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی انسان سبب مستقل سمجھ لے، یہ عقیدہ قائم کرلے کہ خدا کا دخل نہیں۔ یہی چیز مطلب برآری کے لیے کافی ہے تو وہی شرک ٹھہر جائے۔

اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے یہ ظاہری اسباب کا نظام مقرر کیا ہے اسلئے یہ چیزیں اپنے دائرہ میں کاربرآری کرسکتی ہیں مگر خدا کی طاقت سب ما فوق ہے۔ وہ نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا، اس عقیدہ کو رکھ کر جب بھی پکارے وہ شرک میں داخل نہیں ہے۔

اسلام اور شرک کا تعلق عقیدہ سے ہے، الفاظ بنیاد شرک نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ اس عقیدہ کے تحت میں نہ ہوں۔

مستغیث کا حاکم سے کہنا کہ "آپ کے رحم کا ملتجی ہوں"

"آپ میرا کام بنا دیجئے"، "آپ میری جان بچائیے" اس سب کے ساتھ یہ خیال ہو کہ خدا کی طاقت سب سے بالاتر ہے مگر اسی کے مقرر کردہ نظام اسباب کے اندر آپ کا اختیار ہے تو شرک نہیں ہے اور جو یہ سمجھ لیا کہ خدا کی مشیت کی ضرورت نہ رہی تو وہی شرک ہو جائے گا۔ تمام ۲۲ آیتوں میں جو ہر جگہ "خدا کے سوا" "خدا کے ہوتے" "خدا کے علاوہ" کی طرح کے معنی والے الفاظ ہیں اُن سے مقصد یہی ہے کہ خدا سے بے نیاز ہو کر دوسروں کو نہ پکارا جائے۔ خدا کو اصل سرپرست جان کر اس کی سرپرستی کے ماتحت سرپرست ماننا بھی شرک نہیں ہے۔

اگر یہ معنی قرار دیے جائیں کہ بہر صورت کسی کی طرف مدد کی نسبت دینا کسی کو معاون کہنا یا کسی سے امداد طلب کرنا یا کسی کو پکارنا یا کسی کو سرپرست جاننا یا کسی سے سفارش چاہنا اور کسی کو سفارشی سمجھنا شرک ہے تو اس معنی کے خلاف خود قرآن کی حسب ذیل (۳۴) آیتیں موجود ہیں۔

| نمبر | پارہ | سورہ | آیت | مضمون |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۳ | بقرہ | ۲۵۵ | جو اللہ سے سفارش کرے، اللہ کی اجازت سے کرے |
| ۲ | ۳ | آل عمران | ۵۲ | عیسیٰ نے کہا کون میرے مددگار رہیں حواریوں |

| نمبر | پارہ | سورہ | آیت | مضمون |
|---|---|---|---|---|
| | | | | نے کہا ہم مدد کے لیے تیار ہیں۔ |
| ۳ | ۳ | آل عمران | ۸۱ | پیغمبروں سے اقرار لیا گیا کہ جب تمھارے پاس رسول آئے تصدیق کرنے والا تمھاری کتاب کی تو اُس کی مدد کرنا |
| ۴ | ۵ | نسار | ۶۴ | نافرمان لوگ رسول کے پاس آئیں اور رسول اُن کے لیے خدا سے مغفرت کی سفارش کرے تو خدا ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ |
| ۵ | ۵ | نسار | ۱۴۴ | مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا سرپرست نہ بناؤ |
| ۶ | ۶ | مائدہ | ۲ | نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ |
| ۷ | 〃 | 〃 | ۱۲ | ہمارے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرتے رہو |
| ۸ | 〃 | 〃 | ۵۵ | تمھارا سرپرست بس اللہ ہے اور اُس کا رسول اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ |
| ۹ | 〃 | 〃 | ۵۶ | جس نے خدا اور رسول اور ایمانداروں کو اپنا |

| نمبر | پارہ | سورہ | آیت | مضمون |
|---|---|---|---|---|
| | | | | سرپرست بنایا تو خدا اسکے شکار میں آگیا۔ |
| ۱۰ | ۹ | اعراف | ۱۵۷ | جن لوگوں نے اس نبی کی مدد کی یہی لوگ اپنی دلی مرادیں پائیں گے۔ |
| ۱۱ | ۱۰ | انفال | ۷۲ | جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت اور جہاد کیا اور جنھوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی یہی لوگ ایک دوسرے کے سرپرست ہیں اور جن لوگوں نے ایمان تو قبول کیا اور ہجرت نہیں کی تو تم لوگوں کو اُن کی سرپرستی سے کچھ سروکار نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت اختیار کریں ہاں اگر دینی امر میں تم سے مدد کے خواہاں ہوں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔ |
| ۱۲ | ۱۰ | توبہ | ۵۹ | اچھا تھا اگر یہ راضی ہوتے بس اسپر جو خدا نے اور اسکے رسول نے ان کو عطا فرمایا تھا اور کہتے کہ اس وقت نہیں تو عنقریب خدا اپنے فضل سے اور اُس کا رسول ہم کو دے ہی گا۔ |
| ۱۳ | ۔۔ | ۔۔ | ۷۴ | اپنے فضل و کرم سے خدا نے اور اسکے رسول نے ان کو |

| نمبر | پارہ | سورہ | آیت | مضمون |
|---|---|---|---|---|
| | | | | دولتمند بنا دیا ہے۔ |
| ۱۴ | ۱۱ | توبہ | ۱۰۳ | (اے رسول) ان کے واسطے دعائے خیر کرو کیونکہ تمھاری دعا ان لوگوں کے حق میں اطمیان کا باعث ہے |
| ۱۵ | ۱۵ | بنی اسرائیل | ۲۴ | اپنے ماں باپ کے لیے خدا سے سفارش کرو کہ اے میرے پالنے والے جس طرح ان دونوں نے میرے چھٹپنے میں میری پرورش کی ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔ |
| ۱۶ | ۱۶ | کہف | ۹۵ | ذوالقرنین نے کہا کہ مجھے قوت سے مدد دو تو میں تمھارے اور اُن کے درمیان ایک روک بنا دوں۔ |
| ۱۷ | ۱۶ | مریم | ۸۸ | سفارش پر وہی قادر ہو گا جس نے خدا سے سفارش کا اقرار لے لیا ہو |
| ۱۸ | " | طٰہٰ | ۱۰۹ | سفارش وہی کرے گا جس کو خدا نے اجازت دی ہے اور جس کا بولنا پسند کرے۔ |
| ۱۹ | ۱۷ | انبیاء | ۲۸ | یہ لوگ اس شخص کے سوا جس سے خدا راضی ہو کسی کی سفارش نہیں کرتے۔ |
| ۲۰ | ۱۸ | نور | ۶۲ | (اے رسول) جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لیے تم سے |

| نمبر | پارہ | سورہ | آیت | مضمون |
|---|---|---|---|---|
| | | | | اجازت مانگیں تو تم ان میں سے جس کو چاہو اجازت دے دیا کرو اور خدا سے انکی بخشش کی دعا بھی کرو۔ |
| ۲۱ | ۲۲ | احزاب | ۳۷ | اللہ نے اسکو نعمت عطا کی اور تم نے (اے رسول) اس کو (لے پالک) نعمت عطا کی |
| ۲۲ | " | " | ۴۳ | وہ تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اسکے ملائکہ رحمت کی سفارش کرتے ہیں۔ |
| ۲۳ | " | " | ۵۶ | خدا اور اسکے ملائکہ نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ |
| ۲۴ | " | سبا | ۲۳ | جس شخص کیلئے وہ خود اجازت عطا فرمائے اس کے سوا کسی کی سفارش اسکی بارگاہ میں کام نہ آئے گی۔ |
| ۲۵ | ۲۴ | مومن | ۷ تا ۹ | جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اسکے گرداگرد ہیں مومنین کی سفارش کرتے ہیں کہ خداوندا ان کو بخش دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لے اور ان کو سدا بہار باغوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر اور ان کے باپ داداؤں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو اس قابل ہوں ان کو بھی بخش دے اور ان کو ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رکھ۔ |
| ۲۶ | ۲۵ | زخرف | ۸۶ | خدا کے سوا جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے ہاں وہ جو سچی گواہی دیں اور حق بات جانتے ہوں۔ |
| ۲۷ | ۲۶ | فتح | ۹ | خدا اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی مدد کرو۔ |

| نمبر | پارہ | سورہ | آیت | مضمون |
|---|---|---|---|---|
| ۲۸ | ۲۷ | نجم | ۲۶ | خدا جس کے لیے چاہے اجازت دے اور پسند کرے اسکے لیے سفارش کر سکتے ہیں۔ |
| ۲۹ | 〃 | حدید | ۲۷ | خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے |
| ۳۰ | ۲۸ | حشر | ۸ | خدا اور اُسکے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ |
| ۳۱ | 〃 | ممتحنہ | ۱۲ | جو ایماندار عورتیں بیعت کیلئے آئیں اُن سے بیعت لے لو اور خدا سے ان کی بخشش کے لیے سفارش کرو۔ |
| ۳۲ | ۲۸ | صف | ۱۴ | عیسٰی نے حواریوں سے کہا کہ میرے مددگار کون لوگ ہیں۔ |
| ۳۳ | 〃 | منافقون | ۵ | جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمھاری بخشش کیلئے سفارش کریں تو وہ لوگ اپنے سر پھیر لیتے ہیں |
| ۳۴ | 〃 | تحریم | ۴ | خدا اور جبرئیل اور تمام ایمانداروں میں نیک شخص اُن کے مددگار ہیں اور اُن کے علاوہ کل فرشتے مددگار ہیں۔ |

ان میں سے نمبر۲ نمبر۳ نمبر۴ نمبر۶ نمبر۷ نمبر۱۰ نمبر۱۱ نمبر۱۶ نمبر۲۷ نمبر۲۹ نمبر۳۰ نمبر۳۲ اور نمبر۳۴ بارہ آیتیں مدد کی نسبت غیر خدا کی طرف دینے معاون کہنے یا کسی سے امداد طلب کرنے پر مشتمل ہیں نمبر۱۲ اور نمبر۱۳ اور نمبر۲۱ میں خدا کے ساتھ رسول کی جانب عطا کرنے اور دولتمند بنانے کی نسبت موجود ہے حالانکہ اصلی دینے والا اور دولتمند بنانے والا خدا ہی ہے مگر وسیلہ ہونے کے اعتبار سے رسول کی طرف بھی نسبت دی گئی ہے تو پھر اگر کوئی مومن نبی یا امام سے مخاطب ہو کر یوں دعا مانگے کہ مجھے یہ چیز عطا فرمائیے جبکہ عقیدہ اُس کا یہی ہو کہ اصلی دینے والا خدا ہے تو یہ الفاظ شرک کیوں ہوں گے؟

ء۵ ء۸ ء۹ ء۱۱ میں خدا کی سرپرستی کے ماتحت غیر خدا پر سرپرست کا اطلاق ہوا ہے ء۱ ء۱۷ ء۱۸ ء۱۹ ء۲۴ ء۲۶ ء۲۸ میں اجمالی طور پر خدا کے یہاں مومنین کے لیے سفارش کرنے والوں کا وجود۔ ء۲۲ ء۲۳ ء۲۵ سے ملائکہ کے لیے اور ء۱۲ ء۱۴ ء۲۰ ء۳۱ اور ء۳۳ سے رسولخدا کے لیے سفارش کا منصب اور ء۱۵ سے تمام مومنین کو بھی ایک مخصوص حد تک سفارش کا حق ثابت ہوتا ہے۔

یہ سفارش بھی ایک طرح کی دعا ہے۔ اگر کسی اور معاملہ میں دعا کا قبول ہونا خدا کے عدل و حکمت کے خلاف نہیں ہے تو یہاں بھی نہیں ہے سفارش سے معافی ہونا بھی گناہ کے مواخذہ کا ایک درجہ ہے۔ اس لیے عدل کے خلاف نہیں ہے۔

کوئی گناہ ایسا ہوتا ہے جسے خود رحم و کرم الٰہی نظر انداز کر دے کوئی ایسا جو خود معافی مانگ لینے سے معاف ہو جائے اور کوئی ایسا جس کے لیے کسی نبی و ولی سے توسل کی ضرورت ہو اور اُس کی سفارش کے بعد معاف ہو جائے اور کوئی گناہ ایسا ہو سکتا ہے جسے کسی طرح معاف ہی نہ ہونا چاہیئے۔

یہ وہ گناہ ہیں جن کے لیے وہ مخصوص بزرگ جنھیں شفاعت کا منصب ہی سفارش ہی نہ کریں اور اگر بالفرض سفارش کریں بھی تو اثر نہیں ہے۔

یہی وہ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہی کہ اے رسول اگر تم ستر مرتبہ بھی سفارش کرو تو ہم اُن کو کسی طرح نہیں بخشیں گے۔

کوئی مسلمان اُن محترم افراد کو جنھیں حاجت روائی کے لیے پکارا جاتا ہی قائد مطلق اور ذاتی طور پر حاضر، سمیع و بصیر ہونے کے قوی کا مالک نہیں سمجھتا بلکہ ان حضرات کے ان تمام کمالات کو خداوند عالم کا عطا کردہ مانا جاتا ہی اس لیے وہ شرک کے دائرہ میں کسی طرح داخل نہیں ہو سکتا بلکہ ان حضرات کے لیے تمام کمالات یا مظہر العجائب کی طاقتیں خداوند عالم کی قوت قاہرہ کا ایک نتیجہ سمجھنے کی وجہ سے یہ معرفت الٰہی اور توحید حقیقی کا ایک بلند معیار ہو گا جس کے قائم کرنے میں ان حضرات نے اپنی زندگی صرف کی اور اب بھی اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں سے خدا کی بلند قدرت کو پہچاننے میں مدد دیتے ہیں۔

وہ تمام آیتیں جن میں خدا کے سوا فریادرس۔ سفارشی۔ سرپرست بنانے کی ممانعت یا اس کی نفی ہوی ہے وہ تمام مشرکین و کفار اور اُن کے معبودوں سے متعلق ہیں اُن کو اہل ایمان اور نیک بندوں پر منطبق کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

علی نقی النقوی عفی عنہ

۲۰ صفر ۱۳۶۳ھ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ

۸۷۰